~~۳۲۲۵~~
ع ۲۱۶۷

رسول عربی

رسولِ عربی

یعنی

پیغمبر اسلام حضرت محمدؐ صاحب کی سوانحعمری

ایک آپکے سکھ مدّاح،

گوردت سنگھ دارا بیرسٹر، ایڈوکیٹ (لاہور ہائیکورٹ)

ایڈیٹر "انڈیا" لندن،

کے قلم سے

کتب خانہ رضا متصبیہ میرٹھ

باھتمام مسعود علی ندوی

مطبوعہ معارف پریس اعظم گڈھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اس کتاب کے مصنف جناب **گورودت سنگھ** دارا، بی، ایل، بیرسٹرایٹ لا (لاہور) سے لندن مین ملنے جلنے کا اکثر اتفاق ہوا، اون کی بے تعصبی اور توحید پرستی دیکھکر دل بہت خوش ہوا، کہ اگر ہندوستان کے مختلف فرقون مین ایسی انسانیت و محبت کے چند افراد پیدا ہوجائین، توابنائے ہند کی باہمی الفت کی دیوار اس قدر مستحکم ہوجائے، کہ باہر کے دشمن اوس کو کبھی توڑ نہ سکین،

دارا صاحب نے پیغمبر اسلام ﷺ کی سوانحعمری بڑی بے نفسی اور بے تعصبی کے رنگ مین لکھی ہے، کتاب کے حرف حرف سے عشق و محبت کے آب کوثر کی بوندین ٹپکتی ہین، اور معلوم ہوتا ہے کہ لکھنے والے کا قلم کس جوش وخروش کے دریا مین بہتا جارہا ہے، مین نے اس کتاب کو شروع سے اخیر تک پڑھا، اور ایک رواں کتاب کی حیثیت سے اس کو پسند کیا، ممکن تھا کہ یہ کتاب تاریخ کی حیثیت سے اس سے زیادہ بلند پایہ پہ لکھی جاسکتی، لیکن یہ ناممکن تھا کہ کوئی نامسلم اس سے زیادہ خلوص وعقیدت کی نذر دربار رسالت مین پیش کرسکتا، اور یہی اس کتاب

کی بہترین خصوصیت ہے، اگر الفاظ اور طریقۂ تعبیر مین کہین کہین لفظی [illegible] تو مقصود ومعنی پر نظر اور مصنف کے حسن نیت پر گمان نیک رکھنا چاہیئے، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس رحمۃ للعالمین کے صدقے ہندوستان کے مختلف مذہبی فرقون مین اتحاد و یکجہتی کی لہر پیدا کرے، اور ہر ایک کو دوسرے کے رہنماؤن اور راہبرون کی عزت و توقیر کی توفیق عطا فرمائے،

سید سلیمان ندوی

مسلم ڈیلیگیشن لندن،

البرٹ ہال فنتمن، لندن،

رسولِ عربی

هر لحظہ بشکلے بتِ عیار بر آمد   هر دم بہ لباسِ دگران یار بر آمد

القصہ ہمون بود کہ می آمد و میرفت   تا عاقبت آن شکل عرب دار بر آمد

ایک صاحبِ کمال آیا جس نے جلوۂ حق دکھایا، جس کسی نے اُسے پریم کی انکھڑیون سے دیکھا، اوس کی تمنائے زندگی پوری ہو گئی، جسکی نگاہِ شوق اس پر پڑ گئی اُسے منھ مانگی مراد مل گئی، جس بشر کو اس موہن نے اپنا درشن دیا، اس کے جنم بھر کا پاپ کٹ گیا،

جلوۂ حق

آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند   آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند

اے عرب کے رہنے والو، کیا ہی اچھے ہونگے تمھارے بھاگ، اور کیا ہی نیک ہونگے تمھارے بخت، جو تمنے نورِ خدا کو اپنی آنکھون دیکھا حبیبِ خدا کو اپنی آنکھون تاکا، تمھارے وقت پر کلجگ کا پہرہ نہ تھا، وہ ست جگ کا سمان ہی ہوگا، اے عرب والو تم شاید کوئی عارف باللہ ہوگے، یا ہوگے کوئی دیوی دیوتے، وگرنہ عام انسان کے بھاگ مین کہان اس بھگوان کے درشن؟ یہ بڑا درلنب ہے، یہ کہان ممکن،

اے ملکِ عرب، اے بن اور بیابان کے داس، اے ریگ و ریگستان کے گھرانے

عرب کی حالت

درندون چرندون کے ہجوم، سُن تو سہی ذرا میری، اے چورون اور ڈاکوؤن کے ماوا، اے رہزنون اور لٹیرون کے مسکن، اے اجڈ گنوارون کے ٹھکانے، اے ازلی بادہ نوشون کے خمخانے، بتا تو مجھے وہ اپنا گن، جس سے عالم بھر کو تونے نیچا دکھایا، کہہ تو اپنی وہ خوبی جس سے تونے اس خسرو خوبان کو اپنا خواہان بنایا، اے عرب تیرا نام ونشان وہستی کسی نے نہ سنا ہوتا، نہ تیرا ذکر ہی کسی کے کان تک پہنچا ہوتا، عالم کو علم نہ ہوتا، کہ یہان جنگلون کا داس ہے، یا بنی آدم کی بستی، راہگیر کا تم سے ایک دفعہ پالا پڑا ہوتا، اسکی جد اولاد سے بھی کسی نے پھر تیری طرف رخ نہ کیا ہوتا، اے وحشی عرب، تجھ مین بھرے تھے دنیا کے بدکار اور جگت کے مکار، صرف نام ونشان کے انسان مگر کرتوت کے شیطان، سچ ہے،

چلن ان کے جتنے تھے سب وحشیانہ ہر اک لوٹ اور مار مین تھا یگانہ
فسادون مین کٹتا تھا دنکا زمانہ نہ تھا کوئی قانون کا تازیانہ

وہ تھے قتل وغارت مین چالاک ایسے
درندے ہون جنگل مین بیباک جیسے

مگر اے سرزمین عرب، آج وہ دن ہی، کہ تیرا نام وردِ زبانِ جہان ہی اور خلق خدا تیرا ذکر خیر کرتی ہے، کونسی آنکھ ہے، جو تیرے درشن کو نہین ترستی، وہ کون نین ہی، جو تیری دید کی تمنا نہین رکھتی، وہ کونسا ملک ہی جس نے تیرے شاہ کا سکہ نہین مانا، اور وہ کون فرمانروا ہی، جس نے تیری حشمت اور دبدبہ کو نہین جانا، اے خطۂ عرب تو نے اب پرانا جامہ اتارا، تونے نیا اوتار دھارا، اے عرب تونے نیا جنم پایا، جب تجھے رسول خدا ہاتھ آیا، تو فخرِ دین، تو رشکِ ملت،

ہمالہ، گنگا، بھارت کا ملاپ

تجھے اب ہر ناز روا ہی، اور جو تو کہے بجا ہے،

تمہین ناز ہو نہ کیونکر نہ لیا ہے داغ کا دل　　نہ جنس ہاتھ لگتی نہ یہ افتخار ہوتا

مگر کیا کہون عرب، رب کے رنگ نیارے ہین، داتا جسے چاہے دیدے، ورنہ تیری ہاتھ آئے یہ دولت محمدی! تجھے نصیب ہو یہ جمال احمدی! تجھے ملے یہ رسول عربی! کیا کہون عرب! اللہ بے نیاز ہی، اے ہمالہ کی بلند چوٹیو، تم ہی کچھ کہو، سینکڑون رشیون نے تمہاری شفقت اور پیار کی گود مین نواس کئے، صدہا جوگیون نے تمہارے پہلوئے محبت مین جوگ کمائے، ہزارون تپیشرون نے تمہاری آغوش الفت مین تپ دھارے، لاکھون گورون سدھون نے تمہارے ہان چرن کنول ڈالے، مگر سچ کہنا، کہین دیکھا ہو تمنے وہ مکہ کا راج دلارا، کہین نظر پڑا ہو تمہین وہ مدینہ کا پیارا، اے رود بارِ گنگا، تیرے پوتر جل نے پجاریون کو رام نام جپایا، تیری سیتل لہرون نے مسافران عدم کو تھپک کے ابد کی نیند سلایا، تیرے پاک پانی نے پریم کے جوت کا دیا ہر پریمی کے من مین چلایا، تیرے میٹھے میٹھے گھونٹون نے معرفت کے تشنہ لب کو آبِ کوثر کا مزہ چکھایا، اے موج آب گنگا، جس کسی کی انکھین تجھ سے دوچار ہوئین، تو نے اُسے گنگ منتر پڑھا کے چھوڑا، اور جو خشک زبان تیری نظر پڑا، تو نے اسے گنگا جل پلا کے چھوڑا، مگر اے آب رودِ گنگا، مجھے اتنا تو بتا، کہین اُس آب زمزم والے سے بھی تیری آنکھ لڑی، کہین اس مکی مدنی نے بھی تجھ سے کوئی گنگا جلی بھری، اے دیار دلی، کہین دیکھا ہو تو نے وہ اکبر زمان کہین نظر پڑا ہو تیری وہ خسرو خوبان، اے تختِ طاؤس، کبھی مشرف ہوا ہو تو اوس شاہ جہان سے، کبھی مزین ہوا ہو تو اس نادرِ زمان سے، اے بھارت، تیرے یہ اونچے اونچے

محل اور کوٹ اور ان کی شان، اے ہند تیری دلفگار دلی اور تیرا آگرہ اجمیر ملتان تیرے

گل وگلزار اور ان کی یہ سدا بہار، یہ رہی اور رہیگی، نہ مٹائے مٹی، نہ مٹے گی، قادر نے تجھے

یہ سب کچھ عطا کیا، داتا نے اپنی دیا سے تجھے ہر طرح مسرور کیا، مگر اس مدن کا مکہ اور

وہ موہن کا مدینہ وہ کعبۂ اسلام وہ قبلۂ انسان! ارمان، وہ تجھے حق نے نہ دیا پر نہ دیا،

افسوس صد افسوس! اے دیار ہند! وہ کوہ نور تیری کان کو کریم نے عطا نہ کیا پر نہ کیا،

مگر اے بھولی بھارت تو اب غم نہ کھا، نہ نینوں سے نیر بہا، بھلا اس سے کیا سود یہ آہ و

زاری لاحاصل ہے،

عرفی اگر بگریہ میسر شدے وصال، صد سال می توان بہ تمنا گریستن

جو یہ بازار کی جنس ہوتی، تو تیرا کوئی نہ کوئی سپوت تجھے لا دیتا، خواہ تن من دھن سبھی کچھ

نہ لٹا دیتا، پر بھارت، کوئی کرے تو کیا، یہ جنس ان مل ہے، اس کا مول نہیں، داتا کی دولت

ہے، جسے اس نے چاہی دیدی، تو اب صبر کی راہ لے اور حوصلہ کو توشہ بنا، تیرا تو سدا

شیوہ شانتی رہا، تجھے اتنی بے صبری کس لیے،

بھارت بولی میں صبر کی راہوں سے اچھی واقف ہوں اور حوصلہ کی منزلوں سے

خوب آشنا، مجھ پر کیا کیا نہ بیتی اور میں نے کیا کیا نہ سہا، پر میں نے زبان سے کبھی اف تک نہ

کی، مگر یہاں تو نہ سوال ہمت کا ہے، نہ حوصلہ کا معاملہ، یہ تو خودداری کا میدان ہے اور ننگ و نام کا

جھگڑا، میں آن کی آن میں اس پر اپنا آپ کٹا دوں، میں گھڑی پل میں اس کے لئے اپنی ہستی

مٹا دوں، بھلا، عربستان کو ہندوستان پر عظمت، اوس وحشتان کو مجھ پر فضیلت، یہ بھلا میں

اپنی آنکھون دیکھون! بس! یہ نہ ہو گا! ہرگز نہ ہو گا!!

رسول عربی اے رسولِ عربی، تو خود ہی ہند کی بیچارگی دیکھ اور ہندیون کی چارہ سازی کر، اے احمد تیرے عشق نے ایک ہندی کے دل پر زخم کاری لگائے ہین، تو آ، دلنوازی کر چودہ صدیان شاہد ہین، کہ کوئی یوسف تیرے پایہ کا کسی مصر مین کبھی عزیز نہ بنا، نہ کسی کی گرم بازاری ہی نے یہ رونق پکڑی جو حسن حقیقت نے تجھے عطا کی، پھر کون ہو جو تیرا شہرۂ خوبی اپنے گوش ہوش سے سنے، اور تیری کشش حُسن سے بچ نکلے،

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد   بسا کین دولت از گفتار خیزد

اے پریتم پیارے، میرے بھاگ تو کہان کہ مین نے تیرے درشن کئے ہوتے، پر تو ہی نے کوئی سنبندھ کا ایسا جھروکہ بنایا ہوتا کہ جہان سے تیرا نظارہ نظر پڑتا، مگر یہ کہان! میری شومی بخت،

گفتا کہ چو کشتیم بزاری   زان پس رہ مرحمت نداری

بر دل رقم وفا نگاری   تو خود سر وصل ما نداری

من عادت بخت خویش دانم

یا محمد، سنتے ہین، جس بشر نے تجھے نظر دل سے دیکھا، اسکا دل تیری ہی نذر ہو رہا، جب آنکھ نے تجھے ایکدفعہ نگاہ شوق سے تاکا، وہ پھر مشتاق نگہ غیر نہ رہی، کہتے ہین تیری چھب بڑی موہنی تھی، اور تیرا روپ انوپ تھا، تیری آنکھ جادو تھی اور تیرا کلام قرآن تھا، اے دلدار عرب سنتی ہین، تیری پریت کی جوت جس من مین جگی، پھر وہ بجھائے نہ بجھی، اے تاجدار عرب کہتے ہین،

غلام نرگسِ مستِ تو تاجدارانند　　　خراب بادۂ لعلِ تو ہوشیارانند

پھر اے خسروِ خوبی کرنا ایک نظر ادھر بھی، بھلا دیکھ تو ہ تیرے در پر کھڑا دستِ سوال دراز کئے ہے، دے نامِ عشق کچھ زکوۃ حُسن اُسے بھی، مانا کہ تیرا مداح خود کبریا ہے، مانا کہ تو حبیبِ خدا ہے مگر،

یہ تو مین کیونکر کہون تیرے خریدارون مین ہون　　　تو سراپا ناز ہے مین ناز برداروں مین ہون

اے نازنین جو تیری ناز برداری بھی نصیب مین نہ ہو، تو نام مولا اتنا تو کر ذرا پل بھر آ، اور اتنا تو بتا جا، تجھے یار اغیار مین فرق کیون، تجھے دوست دشمن مین امتیاز کب سے، تجھے نیک و بد مین تفریق کس لیے، اے مایۂ ناز، جو یہ نہین، تو ہم سے بے رخی کیون، پھر ہم سے حجاب کیسا، آ

بے حجابانہ درآ از درِ کاشانۂ ما،　　　کہ کسے نیست بجز دردِ تو در خانۂ ما

باب اوّل

عرب کی آبادی

عرب مین قبیلہ قبیلہ کے لوگ جدا جدا رہا کرتے تھے، ملک ریگستان تھا اور علاقہ پہاڑی بھاری قصبہ یا شہر آباد ہونا تو درکنار، بڑی آبادی ہی ایک جگہ ہونی محال تھی، بس جہان تھوڑا بہت پانی نظر آیا، ذرا سبزہ نے منھ دکھایا، وہین بیٹھ گئے، اور خیمے ڈیرے ڈال دیئے، وہین رہنے لگے، اور اسی جگہ اپنا ٹھکانا بنا لیا، یہی روش مکہ والون کی تھی، اور یہی رویہ گرد و نواح کے لوگون کا تھا،

حکومت مکہ

مکہ مین کوئی راج راجہ نہ تھا، بڑے بڑے قبیلون سے دس آدمی چن لئے جاتے تھے، وہی راج کا کام کرتے تھے، اور انھین لوگون مین سے خانہ کعبہ کے متولی بھی ہوا کرتے تھے، مدتون یہی عمل درآمد رہا اسی طریق پر وہ لوگ کاربند رہے، ایک دفعہ ایسا واقعہ پیش آیا کہ غنیم نے باہر سے آکر مکہ پر ایک زبردست دھاوا کیا، آنحضرت صلعم کے پردادا ہاشم نے وہ مقابلہ کیا اور ایسی جان توڑ کر لڑے، کہ دشمن کو شکست فاش ہوئی، اور اسے بھاگتے ہی بنی، اس نمایان کام کے صلہ مین لوگون نے بزرگ ہاشم کو سردار مکہ مقرر کر دیا، اور عہدہ میراث مین دیدیا،

آنحضرت صلعم کے والدین

آنحضرت صلعم والد ماجد حضرت عبداللہ کی عمر کا چوبیسوان سال تھا جب بی بی آمنہ سے نسبت ہوئی، گھرانا بڑا تھا اور خاندان شریف، اس دھوم دھام سے بیاہ

رچا، دعوتین دیگئین، اور خوشیان منائی گئین، بی بی آمنہ جو خوبروئی مین رشک ملک تھین، تو خوش روئی مین شہرۂ عرب تھین دن دونون کے اچھے پریم پیار سے کٹنے لگے، مگر فلک ناہنجار، اس نے بھلا کب کسے دو گھڑی آنند کی دی یا پل بھر چین ہی لینے دیا،

کوئی دم کیجئے کس طور سے آرام کہین چین دیتی ہی نہین گردش ایام کہین،

آغاز مسرت ہوا ہی تھا کہ اختتام خوشی بھی ساتھ ہی ہو گیا، ایک قلم کوہ غم آمنہ کے سر پہ آ ٹوٹا، بزرگ عبد اللہ تجارت کے لیے سفر کو گئے تھے، واپسی پر جب مدینہ پہنچے تو بیمار ہو گئے، بیمار بھی ایسے کہ جان سے لاچار، دفعتہ قضا نے آگھیرا، پیام اجل آپہنچا، اور روح پرواز کر گئی، رضائے الٰہی ابھی عمر کا پچیسواں سال بھی ختم نہ ہونے پایا تھا، کہ قضا و قدر نے آپ کی زندگی کا خاتمہ کر دیا، بی بی آمنہ کا نخل مراد ابھی بار آور نہ ہوا تھا کہ باغبان چمن عالم سے رخصت ہو گیا، وائے حسرت اُف ری بدنصیبی، بزرگ عبد اللہ کو وہ نہال دیکھنا بھی نصیب نہین ہوا جسے جگت کو نہال کرنا تھا، اسے کیا خبر تھی، کہ اس کے لگائے ہوئے پودے تلے اک خلق خدا سایۂ شفاعت ڈھونڈھیگی، نہ اسے یہی علم تھا، کہ اُسے گھر بہتی گنگا سے تشنہ لب جانا ہے،

جو رنج و صدمہ شوہر کی وفات سے بی بی کے دل پر گذرا، اس کا تو کیا ٹھکانا ہے، مگر آنحضرت صلعم کے دادا عبد المطلب کی جو جانکاہ حالت ہو گی، وہ تو حد بیان سے باہر ہے، ادھر سو سال کی عمر گویا حد پیری بھی ہو چکی تھی، ادھر سب سے چھوٹے لخت جگر اور سب سے پیارے سپوت کا عین عالم شباب مین رحلت کر جانا، خدا امان دے، اللہ دشمن کو بھی اس صدمہ سے محفوظ رکھے، بزرگوار کے

دل پر کیا کیا نہ گذرتی تھی، بیٹے کے درد سے بے بس و بے قرار، اور اس کے دکھ سے لاچار بے اختیار ہو جاتا اور بار بار یہی زبان پر لاتا، کہ کیا مینے اس راحت جان کو اسی لئے پالا تھا، کہ آج اس بڑھاپے مین دنیا کے دکھڑون کا درتہ باپ کے لیے چھوڑ جائے، اور آپ چلتا بنے، اے اجل، اگر تو نے میرے دن ختم کر دیئے ہوتے، تو آج مین اس عذاب قیامت سے جو میرے لخت جگر کی رحلت سے مجھے دیکھنا پڑا ہے بچ گیا ہوتا، مین اپنی آنکھون وہ شمع روشن تو گل ہوتے نہ دیکھتا، الغرض بزرگ کی بیقراری کا کچھ ٹھکانا نہ تھا،

صدائے غیب

ادھر یہ بیکسی اور بے بسی کا عالم تھا، ادھر فرشتۂ غیب کہہ رہا تھا، کہ اے ہمت کے ہیٹے اور حوصلہ کے پست، اس وسعت خیال کے میدان مین تو اسقدر تنگ خیالی سے کام نہ لے، اور نہ عقل کی باگ ہاتھ سے دے، جس نصیب سے بہرہ ور ہے، اوسکی تجھے کیا خبر، جو بھاگ بھگوان نے تیرے لئے لکھے ہین، ان کا تجھے علم ہی کہان، کدھر ہے تیرا دھیان اور تو ہی کس سوچ مین، ذرا ہوش کی لے، اور عقل کی آنکھ کھول، جس پریتم کو مکہ کے پریم نگر مین اپنی چھب دکھلاتی ہے وہ ابھی تیری آغوش الفت مین آکر نہین بیٹھا، جس شمع کو اپنی اچنبھہ روشنی سے عرب کا اندھیرا اجالا کر دیتا ہے وہ ابھی روشن نہین ہوئی، جس چندرمان کو بھارت مین چودھوین کا چاند بنکر چمکنا ہے، وہ ابھی نہین نکلا، جس مہر انور کو اپنے نور سے عالم کو بقعۂ نور بنا دینا ہے، وہ ابھی نمودار نہین ہوا، جس مؤذن کی بانگ کو عرب کے کھنڈرون سے نکل کر ہمالہ کی چوٹیون پر گونجنا ہے، وہ ابھی ممبر پہ نہین چڑھا، جس نامور کو تیرا نام نامی شہر بہ شہر رشک عالم بنانا ہو، وہ شہرۂ آفاق ابھی تیرے ہان پیدا نہین ہوا،

اشارہ آمد آنحضرت صلعم

ابھی اُس فرشتہ کی زبان پر تھا،

یکایک ہوئی غیرتِ حق کو حرکت
بڑھا جانبِ بوقبیس ابرِ رحمت

ادا خاکِ بطحا نے کی وہ ودیعت
چلے آتے تھے جس کی دیتے شہادت

ہوئی پہلوئے آمنہ سے ہویدا

دعائے خلیل و نوید مسیحا،

سورۂ بقر کے رکوع پندرہ مین رقم ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے دعا کی تھی کہ اے خدا! مکہ والون مین ایک نبی انھین مین سے بھیج، ایسا ہی سورۂ صف کے پہلے رکوع اور انجیل یوحنا کی سولھوین باب مین حضرت عیسیٰ نے اپنی قوم کو بشارت دی تھی، کہ میرے بعد ایک نبی آئیگا، نام اس کا احمد ہوگا، آنحضرت صلعم نے خود بھی فرمایا ہے، کہ مین اپنے دادا حضرت ابراہیمؑ کی دعا اور بھائی عیسیٰ کی بشارت ہون، آخر وہ نیک ساعت آپہنچی جسکا اشارہ تھا، اور وہ شبھہ لگن آگیا جس کا وعدہ تھا چڑھا وہ سورج بھگوان جسکی سنہری کرنون سے شرق مین جگمگ جگمگ ہونے لگی، نکلا وہ چودھوین کا چاند جسکی چاندنی سے غرب کی تاریکی روشن ہونے لگی،

خالق خود خاکی پیرہن پہن آیا،

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش
من اندازِ قدت را می شناسم

بی بی آمنہ کے ہان پوت ہوا، پوت وہ سپوت کہ جس کی آمد سے عرش فرش پر اوس کی دھانی ہونے لگی،

بطحا کا باشی من موہن جب فرش پہ آیو ان مین
تب کاسو کہون مین اری سکھی جو دھوم تھی کون و مکان مین

سب حور و ملائک جن و بشر سماوتین ہی فلک اور سارے بنی	تھی صل علی کی دھوم مچی آتی تھی صدا یہی کانن مین

صانع نے اپنی صنعت کے کرشمے بارہا دکھائے، طرح طرح کے شمر و بنائے، اور عجیب و غریب مہرو دکھائے، اگر ذات حق نے اب کے وہ کانِ خوبی دکھائی، کہ جہان سے عالم بھر کے خوبان نے اپنی اپنی ملاحیت پائی،

جب حسن ازل پردۂ امکان مین آیا	ہر رنگ بھر رنگ ہر اک شان مین آیا
حرمت سے ملائک نے اُسے سجدہ کیا ہے	جس وقت کہ وہ صورتِ انسان مین آیا
گل ہو وہی سنبل ہو وہی نرگسِ حیران	اپنے ہی تماشہ کو گلستان نظر آیا
قانون وہی ساز وہی طبلہ وہی ہو	ہر تار مین بولا وہ ہر اک تان مین آیا
اوّل وہی آخر وہی ظاہر وہی باطن	مذکور یہی آیت قرآن مین آیا

دادا کا خوشی منانا

بزرگ عبدالمطلب نے جو سنا کہ میرے گھر پوتا پیدا ہوا ہے، بے اختیار ہو گیا، بچہ کو جو دیکھا تو خوشی سے آنسو پھوٹ نکلے، بار بار اس ننھی جان کو چھاتی سے لگاتا تھا، اور پھولا نہ سماتا تھا، اب تو کیا تھا، اس کا سبھی غم غلط ہو گیا، اور طبیعت خوشی سے مسرور ہو گئی، بیٹے کی موت کے زخم پوتے کی ولادت کے مرہم نے بھر دیئے، شاخ غم خشک ہو گئی، اور راحت کی کلیان نکل آئین، باوجود اس بڑھاپے کے جگہ بجگہ مجلسین کین، راگ رنگ منائے اور شادیانے بجوائے گھر گھر جشن کئے اور پن دان دیئے، دادا کو اپنا مرحوم بیٹا دوبارہ نظر آنے لگ گیا، اور سکے لیے تو گویا عبداللہ نے از سرِ نو جنم لیا، بھلا اُسے یہ کہان علم تھا، کہ یہ اس سرور کائنات نے جنم لیا ہے جس کے نام کا ڈنکا چار کونون مین بجے گا، اور جس کا جھنڈا صحرائے ہستی پر ایسا

گرڑے گا، کہ نہ اُسے بادشرق ہلا سکیگی نہ صرصر غوب گرا سکے گی،

ماں کی مسرت

ادھر ماں کی یہ کیفیت تھی، کہ یا تو ہر وقت دامن آنسوؤں سے پر تھا، اور اٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے آہ سے کام تھا، یا نالہ سے غرض، نہ خود کسی سے ملنا ملانا، نہ کسی اور کا ملنا اُسے بھاتا، اب کوئی اظہار ہمدردی اس سے کرے بھی تو کیا، اور جو اس کا دل بہلائے بھی تو کیونکر بس یہان تو حقیقت وہ تھی، کہ

بروائے طبیبم از سرکہ زسر خبر ندارم
بخدا رہا کنم جان کہ زجان خبر ندارم

یا اب یہ حال تھا، کہ جو ہین بچہ سامنے نظر آیا، ہر غم متبدل بہ راحت ہوگیا، دنیا سے از سر نو وابستگی ہوگئی، اور عالم سے ٹوٹا رشتہ بندھ گیا، نینون سے گیا گذرا نور پھر واپس آنیلگا وہ احمد جس کی آمد بی بی کو فرشتہ نے خواب مین جتائی تھی، ملک ملائک نے آنکھون کے سامنے لا دکھایا، پھر تو کیا تھا، جہان وحشت دن رات برستی تھی وہان راحت نے اپنا بسیرا بنایا دن خوشی کے اور راتین چین کی، ماں بچہ کو جو دیکھتی تو باغ باغ ہوجاتی بچہ کی نظر جو کہین ماں پر پڑجاتی، تو اس کی سو سو بلائین لیتی، اور ہزار جان سے اس پر قربان ہوہوجاتی، لوگ جو بچہ کو دیکھنے آتے، تو اُسے بھولی پیاری تہی شکل بتاتے، کہتے اِسکے لب لعل ہین اور چشم جادو،

تجھ لب کی صفت لعل بدخشان سی کہونگا
جادو ہین ترے نین غزالان سے کہونگا
دی حق نے تجھے بادشہی حسن نگر کی،
جا کشور ایران مین سلیمان سے کہونگا

خویش و اقارب بی بی سے یہی کہتے، کہ بی بی تجھے مبارک، آمنہ تجھے سو سو مبارک، تیرے سوئے بخت جاگے جو تیرے گھر لڑکا پیدا ہوا، اسے حیاتی ہو، اسے جوانی نصیب ہو، اس کا

اقبال بڑھے، اس کا ستارہ چمکے، بی بی یہ بڑا ہی حسین ہے، یہ کیا ہی عجب نازنین ہو،

اے چہرۂ زیبائے تو رشکِ بتانِ آذری — ہر چند وصفت میکنم در حسن زان بالاتری
آفاقہا گردیدہ ام مہرِ بتان ورزیدہ ام — بسیار خوبان دیدہ ام اما تو چیزے دیگری
تا نقش می بندد فلک کس را ندادہ این نمک — حوری ندانم یا ملک فرزند آدم یا پری
ہرگز نیاید در نظر صورت ز رویت خوبتر — شمسی ندانم یا قمر یا زہرہ یا مشتری
تو از پری چابکتری وز برگِ گل نازکتری — وز ہر چہ گویم بہتری حقا عجائب دلبری

بچہ کو طواف کرانا

مطابق رسم و رواج عرب کے اب بچہ کو خانہ کعبہ لے جانا تھا، چنانچہ عبد المطلب نے اسے گود مین لیا ، اور طواف کو لیچلا، حرم محترم مین پہنچکر بزرگ نے ان سلون کو سجدہ دیا اور بتون کے آگے سر جھکایا، اوران کے حضور مین دعا مانگی، کہ اے بتو، میرا بخت خفتہ بیدار ہوا، میرا بھولا بھٹکا نصیب یاور ہوا، جو میرے بیٹے کے گھر بیٹا ہوا، اے مندر کی مورتیو، میرے بچہ کو حیات بخشیو، اور اسکی عمر دراز کیجیو، وا حسرت،

بزرگ کی بھلا وہ دوربین آنکھ کہان، کہ وہ دیکھ سکتا کہ میرے بچہ کے دست قدرت مین تو ان بتون کی اپنی حیات ہے، اور اس کے بازوئے ہمت مین انکی اپنی عمر درازی، مین بھلا اس تبکدے مین یہ کیا دعا مانگتا ہون، اور اس صنم خانہ مین دست بدعا کس سے ہون، رازربی سو سال کا بڈھا بزرگ، عمر گذری مورتی پوجن مین، سینکڑون پجاریون کو ان کی پوجا کرتے اور جاتریون کو ان کی آستین چومتے دیکھا، مگر یہ نہ دیکھا کہ بھلا ان سے تسکین قلب کسی کو ہوئی بھی، آخر خدا کی شان اس پر بھی اس کا اعتقاد کامل، ان ہی کی ذات پر کہ جو ملیگا،

توان ہی کے درسے، اور بگڑی کبھی بنی تو ان ہی کی جناب سے،

بھولی دنیا، بھلا بتون نے کب کسی سے وفا کی، ایک نہین کوئی ہزار جان سے ان پر نثار ہو، تن من دھن سبھی لٹا دے، کوئی من چلا ان کی آستین پہ سر گھسا وے، مگر یہ وہ ذات ہین، کہ کبھی خاطر مین نہ لائین اور آنکھ سے آنکھ نہ ملائین، بڑے بڑے خانمان انھون نے تباہ کیے، بڑے بڑے خوبرو جوان انھون نے فنا کئے، بتون سے وفا ڈھونڈھنا، ان سنگدلون سے پیار کرنا خدا پناہ دے، ان کا عشق بری بلا ہے، نہ ان کے ڈسے کا علاج نہ کاٹے کا منتر، مگر کون سمجھائے اس بزرگوار کو؟ اور کوئی اس سے کہے بھی تو کیا! اس کے لیے لات و ہبل تو ناتھ اور نند تھے، وہ بھلا کہان کسی کو سنتا تھا،

بت پرست بزرگ نے بتون کے گرد آخر بت شکن بچہ کو پھرایا، طواف کیا، اور سجدہ کرایا، اس رسم ورسوم سے فارغ ہو گھر واپس آیا، اور سب کنبہ قبیلہ کو بلوایا، خویش برادری اکھٹے ہوئے، راگ رنگ کی محفل رچی، اور بچہ کا نام نامی اسم گرامی محمدؐ رکھا گیا،

زبان پہ بار خدایا یہ کس کا نام آیا، کہ میری نطق نے بوسے میرے زبان کے لیے

بچہ کو انا کے حوالہ کرنا

بچہ نے ابھی چند ہی روز مان کا دودھ پیا ہوگا، کہ اُسے ملک کے رسم ورواج کے مطابق ایک دودھ مان (حلیمہ) کے سپرد کر دیا گیا، چار سال تک اس نے اسی کی گود مین پرورش پائی، اور اسی کے ساتھ رہا، یہ دو دفعہ سال مین بچہ کو مان کے پاس دکھلانے لایا کرتی تھی، مان جو بچہ کو دیکھتی، تو باغ باغ ہو جاتی، کہتی اس غنچہ دہن نے مجھے نہال کر دیا ہے، مگر اُسے یہ خبر نہ تھی، کہ اس نونہال کی مہک کو چمن عالم کو نہال کر دیتا ہے، عرب مین ویسے تو خاندانی

بچہ دو برس تک اناؤن کی گود مین پرورش پایا کرتے تھے، مگر بی بی بڑی دوراندیش تھی اس نے بجائے دو کے چار سال بچہ کو حلیمہ کے پاس ہی رہنے دیا، تاکہ شہری عفونت سے دور دیہاتی آب وہوا مین یہ سبزۂ حسن نشو ونما پائے اور آئے دن ضعف کا نوالہ اور امراض کا شکار ہی نہ ہوتا رہے،

بظاہر بچہ کی مان سے یہ علیحدگی کوئی بڑی بات معلوم نہ ہو، مگر فی الحقیقت یہ ایک بھاری بات ہے، کہنے اور کرنے مین بڑا فرق ہے، ایک نوجوان بی بی، پھر بیوہ، اُس کا اکلوتا بچہ، ایسے بچہ کو اپنے سے علیحدہ کرنا اور چار سال تک اس سے علیحدگی رکھنا کارِ دارد، بچہ سے جدائی اختیار کرنا بدین خیال کہ اسے تن توانائی حاصل ہو، بلا سے مجھے غم جدائی کا سامنا ہوتا ہے تو ہو، یہ ہر کہ ومہ کا کام نہین، یہ اُسی نیک وزیرک مان کا کام ہے، جو نہ صرف دوربین آنکھ رکھتی ہو، بلکہ جسے صبر وشکر کا یارا بھی ہو، یہ ایک وصف خداداد ہے، ورنہ کسی خوبرو مین یہ خوبیان حسن ودانش کا پیوند، یہ ایک اچنبھا ہے، ہمنے تو جس حسین کو دیکھا، اجہل ہی دیکھا، صانع نے جسے شکل دی، اس سے پہلے عقل لے لی، مگر ایک آمنہ تھی، کہ جس مین یہ جوڑ میل برابر کا موجود تھا،

مان کی موت

مان کی یہ دلی مراد خوب برآئی، بچہ کی صحت کے نہال نے ایسی جڑ پکڑی کہ مصیبتون کے سینکڑون طوفان سے اُسے مقابلہ زندگی مین پڑا، مگر وہ اس کا پتہ تک نہ ہلا سکے، افسوس ہے تو یہ کہ مان کو اپنی محنت کا شجر پھلا پھولا دیکھنا نصیب نہ ہوا، مان بیٹے نے بمشکل تمام دو ہی سال اکھٹے گذارے ہونگے، کہ قضا وقدر نے پردۂ مفارقت درمیان مین ڈالدیا، حضرت آمنہ راہی ملک عدم ہوگئین، اور چھ سال کا خورد سال پیچھے چھوڑ گئین، عبرت کا مقام ہے کہ مان بے بس

بستر مرگ پر پڑی ہے، اور بچہ کی بیکسی پر دم بخود ہے، دل مین کہتی ہے، کہ بس اب گھڑی ہر کہ پل،
کون اسکی دیکھ بھال کرے گا، نہ اس کا کوئی بھائی ہے نہ بہن، باپ قدرت نے پہلے ہی
لے لیا تھا، اب مین بھی پا بر کاب ہون، ہائے ری میری قسمت، اُف ری میری شومی بخت،
ماں حسرت بھری نگاہ سے جان مادر کو بار بار تکتی، مگر حالت نازک تھی اور وقت نزع
کا، آنکھ اٹھانا اور نظر بھر کر دیکھنا بھی تو کٹھن ہو رہا تھا،

بچہ کی حالت

ادھر بیٹا ششدر و حیران سر جھکائے غم کی شکل بنائے کھڑا تھا، کہ یہ کیا ہو رہا ہے، باپ
کا نام و نشان نہ دیکھا، ماں دیکھنی نصیب ہوئی تھی وہ بھی اب چلی، یہ دردناک نقشہ دیکھکر خویش و
اقارب خون روتے ہونگے، اور شہر کے لوگ واویلا کرتے ہونگے کہ یہ کیا ہونے لگا ہے، کوئی آنکھ
نہ ہوگی جو آنسوؤن سے تر نہ ہو، اور کوئی دل نہ ہوگا، جو دکھ کے دریا مین ڈوبا ہوا نہ ہو، ہر جگہ
سکتہ کا عالم ہوگا، اور شہر ماتم کدہ بن رہا ہوگا،

بچے بیچارے مصیبت کے مارے نے ابھی تھوڑا ہی وقت گذارا ہوگا، کہ ایک اور
آفت اس کے سر ٹوٹ پڑی، جو آسرا دادا کا تھا، وہ بھی جاتا رہا، بزرگ عبد المطلب بھی
چل بسا، اور آٹھ سال کا یتیم بچہ پیچھے چھوڑ گیا،

بس اب تن تنہا واحد جان، دکھون کے ساز، دردون کے سامان، کرے تو کیا اور جائے
تو کہان، نہ باپ کی شکل دیکھی نہ مان کی گود کے سوائے کوئی آرام، اب طرح طرح مصیبتون سے
مقابلہ پڑ گیا، اور دنیا کے جھگڑون سے معاملہ، یتیم تو باپ کی موت ہی نے کر دیا تھا، مگر دادا کی وفات نے
کاسۂ غم بالکل لبریز کر دیا، مرضی مولیٰ، شریف گھرانے کا لڑکا شریف مکہ کا پوتا، آن کی آن مین بیکس

وبے خانمان ہو گیا، مگر اس بچہ کو یتیم کرنا بھی شاید از ربی تھا، ذات حق کو اسے ایک خاص منصب
عطا کرنا تھا، جس کے سرانجام کے لیے تجربہ ذاتی کی اتنی ہی ضرورت تھی جتنی کہ مشاہدہ عملی
کی، چنانچہ حق نے جب اُسے اس عہدہ سے سرفراز کیا، اور امتحان مین ڈالا، تو پھر وہ یتیم کیا خوب اترا

مصیبت مین غیرون کے کام آنے والا　　وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا
فقیرون کا ملجا ضعیفون کا ماوا　　یتیمون کا والی غلامون کا مولیٰ

امین اور صادق کا خطاب پانا

اب پیچھے تو کون تھا جو یتیم کو سنبھالے، بھلا مان باپ کے سوائے کون کسی کو پالے، مگر خدا کارساز ہے، آپ کا چچا بزرگ ابوطالب ایک بڑا کنبہ پرور شخص تھا، اس نے نہ صرف بچہ کی بچپن ہی مین پرورش کی، بلکہ جوانی مین بھی پورا پورا ساتھ دیا اور بڑھاپے تک برابر شامل حال رہا، بڑا وفادار مرد تھا، وہ وفا کا نام رکھ گیا، بزرگ نے اپنے ساتھ ہی آپ کو کام بیچ بیوپار کا شروع کرایا، اور دونون چچا بھتیجے اکٹھے باہر اندر آنے جانے لگ گئے، پچیس برس کی عمر تک آپکو زیادہ تر مصروفیت و مشغولیت تجارت مین ہی رہی، اور جہان کہین باہر جانے کا اتفاق ہوا چچا کے ساتھ ہی گئے، ایک دوسرے سے پل بھر کی جدائی بھی دوبھر معلوم ہوتی تھی، آپنے تجارت کے کام کاج کو بہت اچھا نبھایا، اور اپنی طرز خوبی اور طریق حسنہ سے اپنے کاروبار مین بڑا نام پایا یہان تک کہ آپ لوگون نے صادق، اور امین کے خطاب سے مخاطب کرنا شروع کر دیا،

تجارت وصداقت

تجارت وصداقت ہر دو ضدین ہین، ان کا ساتھ ساتھ نبھنا گویا آگ پانی ملانا ہے، انکا اکٹھا کرنا کارے دارد، تجارت اول تو ہمیشہ ہی ایسا ہے کہ جس کے اشتیاق کی اگنی کو اگر حسد و حرص کی ہوا کے بھوت ساتھ ساتھ دھنکتے نہ رہین، تو بیچ بیوپار کا گرم بازار آناً فاناً ٹھنڈا

ہو جائے، خواہ کوئی کتنی ہی جنس بے بہا کیون نہ رکھے، جب تک اُسے دھوکے کا رنگ نہ

اور اسے فریب کے شیشے مین نہ اُتار دے کوئی اُسے لینے کا نام تک نہین لیتا جس جگہ مین محبت

کا معیار زر اور پریت کی پرکھ پیسا ہو گیا ہو، وہان مال ومتاع کے خریدارون کی دلداری بھلا بجز ریا

کاری کہان ہوئی، ایسے زمانہ مین جب زر کا اس قدر زور ہوا اور محبت کا عالمگیر قحط تو مکر وفریب سے

بھاگنا اور راستی پر چلنا، جھوٹ سے کنارہ کرنا اور صادق، اور امین کہلانا یہ کسی کا کام ہے،

پھر سچ بولنا کس روئے زمین پر؟ غضب کے اندھیرے مین، جہان نہ عقل کی روشنی ہو

نہ تمیز کا اُجالا، جسے دیکھو اندر باہر سے کالا، جہان لوگ ہر کالے فن مین ماہر ہون، اور ہر سیاہ

ہنر مین طاق، وہان اگر راستی جائے تو اپنا منھ ہی کالا کرانے جائے، ایسے بدکردارون مین نیکو

کار ہو کر رہنا یہ کسی کا کام ہے، کوئی ہے آدم کی اولاد سے ایسا کوئی ہم مرد میدان اس طرح کا جسے

دعوی ہو وہ آئے نکلے اور دکھائے اپنا کرتب،

پھر سچ بولنا کس عمر مین جب سن ہو بیس پچیس، عین جوانی اور اندھی مستانی، یہ عمر زندگی

کا وہ حصہ ہے، جب سچ بولنا تو درکنار، سچ سوچنا کہ سچ کہا جائے یا جھوٹ، انسان خیال

مین نہین لاتا، یہ بلا کا وقت ہے، اس وقت جوانی کی اُمنگ اور شباب کے ولولے اپنی دھن مین نشہ

کو ایسا منھ زور اور بے لگام لیے جاتے ہین، کہ دہنے بائین نگاہ تک نہین کرتا کہ کون سی راہ راست

ہے اور کدھر کو ہے کجروی، اُسے خبط ہے تو بس اک اپنے خیال سے کہ جسطرح بھی ہو یہ خبط پورا ہو

جھوٹ موٹ جو بھی بن آئے، بناؤ، مگر اپنا جنون نبھاؤ، یہ جوانی بری بلا ہے، اس کا امنڈا ہوا

دریا، الامان، جو یہ جوانی کی ایک لہر جو آئے، تو تمام خرمن ہوش وحواس کو بہا لیجائے،

اس کے شباب کی امنگ کا دریا جو کبھی جوش و خروش مین آجائے، تو عقل و خرد کے تمام اشجار کو
جڑ سے اکھیڑ دے اور جو کبھی اس کے ولولون کی ندی نالے طغیانی پر آجائین، تو بڑے بڑے
گنی پنڈتون اور دھرم وان کیشرون کو مع انکے سب گیان گوشٹ کے آگے بہا لیجائے

عمر کے اس عالم مین صادق القول بننا بشر کی مقدور سے دور ہی اور انسان کی طاقت
سے باہر، یہ بات ہی کچھ اور ہے، آؤ لوگو، دیکھو، یہ طلسم حق ہے، اے آنکھ والو دیکھو تربیت کے
سلسلہ کو برہم نہ کرو، اور نرنکار کے نور کو اجسام خاک مین نہ ملاؤ" آؤ اس امین کو دیکھو یہ امین
روپ ہے، یہ سندر سروپ ہے، اے کان والو، اس صادق کی سنو، یہ کان قرآن ہے، یہ صداقت کا پیغام ہے

ان دنون مکہ معظمہ مین ایک بڑی بیوہ شریف گھرانے کی متول رہا کرتی تھی، نام اسکا

خدیجہ کو تلاش منتظم

خدیجہ تھا، اور عمر کوئی چالیس کے قریب تھی، دولت حسن، خدیجہ کی بڑی تھی، مگر دنیا کا مال و متاع
اس سے بھی کہین زیادہ تھا، البتہ اگر کمی تھی تو یہ کہ اسے کوئی لائق منتظم نہ ملتا تھا جو اوس کے
کاروبار خوش اسلوبی سے سنبھالے، جس کسی کے سپرد کام کرتی تھی، وہ اُسے جمع خرچ پورا
کر دکھاتا تھا، باقی خیر و عافیت، اس لیے خدیجہ کو بھلے آدمی کی تلاش بڑی رہتی، مگر کام کا
آدمی بھلا کہان ملے، اس نے کوشش نہ چھوڑی اور جستجو برابر رکھی آخر اس کے کانون تک بھی
اُڑتی دھاک جا پہنچی، کہ اک نوجوان لڑکا محمد نامی بڑا ہونہار ہے، واک کا سچا، اور زبان کا پورا ہے
سچائی سے ایک قدم پرے نہین ہٹتا، اور جھوٹ کے نزدیک نہین جاتا، لقب اسکا امین
اور خطاب اس کا صادق ہی، خدیجہ کہنے لگی کہ جو ایسا آدمی میرے ہاتھ آجائے تو میرا ابھی بگڑا

خدیجہ کی ملازمت

کام بنجائے، اس بگڑی بنانے والے کو یہ منظور تھا، کہ خدیجہ کا نہ صرف ایک ہی بگڑا

کام بن آئے بلکہ اُسے ایک ایسا کارساز ملجائے، جواس کا دائمی ساتھ نبھائے، چنانچہ بی بی

آپ کو ایک پیغام بھیجا، کہ جو تم میری ملازمت اختیار کرلو، اور میرے کام کو حسن انتظام سے

نبھاؤ تو مین تمہین اس آمدنی سے دوچند دیا کرونگی، جواب تمھین ہوا کرتی ہے، مجھے دیانت دار

اور راست گفتار آدمی کی بڑی چاہ ہے، تمھاری سچائی کی خوبی اور دیانت کے شوق نے

مجھے تمھارا اشائق بنادیا ہے، جوتم میرے مال کو اپنا مال سمجھو اور میرے نقصان کو اپنا زیان تو

پھر کوئی حق خدمت بھی جوتم مانگو، مجھے دینے مین دریغ نہ ہوگا، جو یہ شرائط تمھین منظور ہون

تو مجھے تم ہر طرح مقبول و منظور ہو،

آپکو جو یہ پیغام آیا، تو آپنے بعد صلاح و مشورہ اپنے چچا کے یہی فیصلہ کیا کہ ایسی قدرشناس عورت

کی ملازمت ضرور اختیار کرلینی چاہیئے چنانچہ آپ خدیجہ کی خدمت مین چلے گئے، اگر کام

کاج سنبھال لیا، اور کاروبار کرنا شروع کردیا،

خدیجہ کا دل بیٹھنا

ابھی تک توسب سنی ہی سنائی شہرت تھی، جب یہ خدیجہ نے آپ کو اپنا ملازم مقرر کیا تھا

اب اس نے اپنی آنکھون بھی دیکھا کہ نہ اسے دکھلاوے سے غرض ہے نہ مشتری سے کام، نہ اسے دن

چین ہے نہ رات آرام تو خدیجہ جب یہ دیکھتی تو خوش و خرم ہو جاتی، اور ہو کیون نہ، کام اسکا دن

بدن بڑھنے لگا اور ستارہ اسکی دولت کا چمکنے لگا، جون جون آپ کی قدر و قیمت خدیجہ کے دل مین

بڑھتی گئی، ویسے ہی ساتھ ساتھ محبت کی شمع بھی اس کے دل مین روشن ہوتی گئی، آنکھون والو

آنکھین بڑی نعمت ہین، خدیجہ آنکھ رکھتی تھی، اُسے احمد کے اُجالے مین حقیقت حق نظر آنے لگ گئی

اُدھر وہ سرتاپا نور، اِدھر یہ حقیقت بین نین بھلا اثر کیسے نہ پیدا ہو، خدیجہ کو الفت کی لو لگی، اور اوس کے

من مین کسی کے پریم کی جوت جلنے لگی، کیا صداقت و کیا دیانت داری، کیا خوبروئی و کیا خوش گفتاری
سب نے مل جل کر ایسا چھاپا خدیجہ کے دل پر مارا کہ اس کا قلعۂ دل تسخیر ہو ہی گیا،

دل میرود ز دستم صاحبدلان خدا را ۔۔۔ دردا کہ راز پنہان خواہد شد آشکارا
کشتی شکستگانیم اے باد شرطہ برخیز ۔۔۔ باشد کہ باز بینیم آن یار آشنا را
اے صاحب کرامت شکرانۂ سلامت ۔۔۔ روزے تصدقے کن درویش بینوا را

عشق احمد کی ترنگ

خدیجہ دل ہی دل مین کہتی ہوگی، کہ کل تک تو مین اچھی بھلی تھی، اب بیٹھے بٹھائے مجھ
یہ کیا ہونے لگ گیا، یہ اب بات بنیگی کیسے، ایک تو خلقت مجھ پہ طعنہ کریگی، کہ چالیس کا تو اسکا سن
ہوگیا ہے اور ابھی اسے برابر دنیا ہی کی دھن لگ رہی ہے اس پر مشکل یہ کہ میرا تو ادھر آغاز انجام ہے اور
جوانی کا قصہ تمام ہے، اُدھر وہ رنگیلا، رسیلا جوان حسینون مین بلا کا حسین، ناز والون مین عجوبہ
نازنین، وہ مدھ بھرے نین وہ بانکی ترچھی نگاہین، وہ رُخِ انور اور اوپر کالی بلائین،

رخِ تو رونقِ قمر بشکست ۔۔۔ لبِ تو قیمتِ شکر بشکست
من ز اوّل شکستہ پا بودم ۔۔۔ عشقت آمد مرا بسر بشکست
ترکِ چشمت مرا بہ نیزہ بزد ۔۔۔ نوکِ آن نیزہ در جگر بشکست
بر درِ دل رسید و حلقہ بزد ۔۔۔ پاسبان خفتہ بود در بشکست

خدیجہ کی جوان آرزو

انھیں ترنگون مین خدیجہ کا دن سے رات اور رات سے دن ہوجاتا، نہ کوئی تجویز
بن آتی نہ کوئی تدبیر ہی سوجھتی، ہر وقت اسی خیال مین رہتی، کہ کوئی ایسی صورت بن آئے
جو من کی مراد بر آئے، اس بیچاری کو اب دن رات یا تو کعبہ کا طواف تھا، یا بتون کی پوجا

ان سے حضور مین جا دعا مین مانگی، اور ان سے رو برو مین مانگی، خدا کی شان، خدیجہ بتو
کے سامنے اس بت شکن کی آرزو مین جا، جبین نیاز ملتی، بہت وقت ایسے ہی اوس نے
گذارا لیکن ان سے اس کا کیا بھلا ہو سکتا ہے، آخر ایسی دل برداشتہ ہوئی، اور اس کے شیشۂ دل
مین ایسی ٹھیس لگی، کہ اسے اندر ہی اندر بتون سے نفرت پیدا ہونے لگ گئی اور جون جون
آنحضرت صلعم کی ذات بابرکات سے خدیجہ کا عشق بڑھتا گیا، ساتھ ہی ساتھ بتون سے دل
ہٹتا گیا۔ ایک دن جو طبیعت اوسکی بہت تنگ ہوئی تو بے ساختہ کہنے لگی، کہ مین نے ان
کعبہ کے بتون سے آخر کیا پایا، ناحق رو رو اپنا آپ ہی گوایا، میننے چھوڑے یہ بت بے پیر
نہ ان سے کوئی تجویز بن آتی ہے نہ تدبیر، یہ سل پتھر کی مورتی ہین اور کالے کاٹھ کے بت،
ان مین رکھا ہی کیا ہے، لعنت ہو ان پر اور پھٹکار ان کے پوجنے والون پر، نہ مجھے ان کا
بھروسہ رہا ہے نہ ان پر اعتقاد۔ اب میرا بت ہی تو ایک، اور دلدار ہے تو ایک، اب سر بسجود
ہونگی تو احمدؐ کی جناب مین اور دست بدعا ہونگی تو محمدؐ کے حضور مین کہان مین نامحرمون کے پاس
روز جاؤن اور حال دل ان سنگدلون کو سناؤن، اب ان کے آگے دستِ سوال دراز
کرون، بس ہو چکے میرے سوال اور دے چکے یہ جواب میرے من کے مندر مین بسے ہی
میرا محمدؐ، مین کیون نہ راہ مستقیم لون اور دلدار کی درگاہ عالی پہ خود جا حاضر ہون، چاہے اب
تمام عرب مجھ سے مکھ موڑ جلے، چاہے سارا جگ مجھے چھوڑ جائے، بس مین اب پوجونگی
تو اک دلدار محمدؐ کو،

سر سلسلۂ اہلِ جنون، موئے محمدؐ
محراب عبادت خم ابروئے محمدؐ

داغش کنایہ بود از روے محمد　　　داغیل اشارت کند از موے محمدؐ

برباد دہد خرمنِ صد طبلۂ عنبر　　　یک نفحہ رسد گر ز دو گیسوئے محمدؐ

تا گل بچکید از عرق روئے محمدؐ　　　شد بلبل جان شیفتۂ روئے محمدؐ

خدیجہ نے اب ارادہ مصمم کر لیا، کہ مین خود جاؤن، اور راز دل آنحضرت صلعم سے جتاؤن، اور یہ کہون کہ اے صادق، مجھے قسم ہے تیرے نقش کف پا کی کہ تو دیانت مین شہرۂ آفاق ہے اور راستی مین رشک عالم، مگر تو ہی مجھے راستی سے اتنا تو بتا، کہ تو نے میرے دل سے دیانت کی لے امین کب مین نے یہ دل تیرے پاس امانت رکھا تھا، مین نے صرف اپنا زر و مال تیرے حوالہ کیا تھا، دل کا بیوپار تو تیرے سپرد نہ کیا تھا، تو نے یہ کیون لوٹ لیا، اس شبخون کا مجھے تجھ پر شبہ بھی نہ تھا، نہ تیری ذات سے اس ڈھار ماڑ کا اندیشہ، کہنے لگی، بس مین یہ سب کچھ کہونگی، پھر دیکھونگی، بھلا کیا جواب ان سے بن آتا ہے، مگر ساتھ ہی دل مین یہ بھی کھٹک گئی کہ باتین تو یہ سب کہنے والی ہین، مگر کہے گا کون،

یہ دستور زبان بندی ہے کیسا تیری محفل مین　　　یہان تو بات کرنے کو ترستی ہے زبان میری

شاہ اگرچہ خود خدیجہ کے ملازمون سے تھا مگر ہیبت حسن اور رعب عشق بھی تو بلا کا اثر رکھتے ہین، کیا مجال کہ خدیجہ کا لب گفتگو کو ہل سکے، بہت جد و جہد اس نے دل سے کی، کہ سامنے ہو آنکھ سے آنکھ ملا بات کر سکے اور راز دل جتا سکے، مگر حوصلہ کا قدم آگے نہ بڑھ سکا، بیچاری جہان کی جہان تھی وہین رہگئی، دل مین جوڑ توڑ مگر برابر لگا رہا، بہتیرے تجویز و تدبیر کے گھوڑے آگے پیچھے دوڑائے، مگر میدان عشق کا تھا، کوئی دو قدم چلا کوئی چار، کوئی یہان رہا، کوئی وہان،

گرا، آخر مورچہ محبت دلدار شاہسوار کے ہاتھ رہا، خدیجہ گھبرا اٹھی اور چلائی،

بحیرتم کہ عجب تیر بے کمان زدہ — بحیرتم کہ عجب زخم بے نشان زدہ

کجا روم بکہ گویم بگو چہ چارہ کنم — کہ تیر عشق مرا اندرون جان زدہ

تجویز نکاح کا پیغام

آخر جب دل کا بخار ذرا ٹھنڈا ہوا، اور سنبھلی، تو اوس نے سب معاملہ پر سہارہ سے دوبارہ نظر ڈالی، زمانہ کے گرم سرد سے خوب واقف تھی، اور طریق مصلحت سے خوب آشنا، دل مین سوچا کہ یہ محبت کا میدان ہے، اور عشق کا معرکہ، غنیم زور آور ہے اور مین قلعہ مین محصور ہون، جو مین نے سر فصیل سے باہر نکالا، تو نگاہ ناز کے تیرون کی بوچھار سے میرا ابھی کام تمام ہو جائے گا اور میری امیدون کا خاتمہ، میری عقل کے ہتھیار اور ہمت کے سپہ سالار سبھی رہ گئے ہین، یہان اب ایک مین ہی اکیلی بیٹھی کف افسوس مل رہی ہون، اب یہ بات بنے تو کیسے، اور ڈھنگ لڑے تو کس نوع پر، یہ کام نہ داؤ پیچ کا ہے نہ مکر و فریب کا، کیونکہ نہ اسے حرص و ہوا سے غرض ہے نہ زن و زر کی پروا، ہو نہ ہو کوئی اعلیٰ تدبیر سوچون مگر تدابیر مین احسن تدبیر تو راستی ہے، اور وہ صادق ہے بھی فریفتہ راستی پر، کیون نہ ایک پیغامبر بھیجون، جو اُسے حقیقت حال بتائے، نکاح کا پیغام لیجائے، اور اسے بھی حال دل جتائے، سوچ بچار اور آخر یہ صلاح پختہ کر لی، اور ایک معتبر ہم خیال اور اپنا محرم حال

پیغام بھیجنا

اس کام کے لیے انتخاب کر لیا، خدیجہ معاملہ فہم تو بڑی تھی، جب قاصد پیغام لے چلنے لگا، تو خدیجہ نے اسے پاس بلا، بٹھایا اور سمجھایا، کہ دیکھ کہین ایسا نہ ہو، کہ تو اپنی نمک حلالی جتانے جتاتے میرا استیاناس کر دے، جو تجھکو حق خدمت ادا کرنا ہے تو اس سے جو کہنا حق کہنا، اس امیر الطبع

کی طبیعت سے مین خوب واقف ہون، اور اپنے درد دل سے بڑی آشنا، دیکھنا خبردار کہین تمھاری بےخبر چالاکی مین میرا بنا کام نہ بگڑ جائے، اور مین اپنا سا منھ تکتی رہ جاؤن، بات کام کی صرف ایک ہی ہے اور وہ یہ کہ تو صادق کے حضور مین چلا ہی، صداقت سے کام لینا، جتنا پوچھے اتنا بتانا، کم وبیش نہ کہنا، جب یہ سب بخت وپز ہو چکی تو کہنے لگی، کہ جاتے ہی میری طرف سے عرض حال یون کرنا،

کہ اے خسرو خوبی، میری دولت دل تیری نگاہ کی نذر ہو چکی ہی، میرا ملک حوصلہ تیری حیرت حسن نے تاخت وتاراج کر دیا ہی، میری مملکت عقل کو تیرے ناز وکرشمہ نے لوٹ لیا ہے، اور میری سلطنت خرمی مین تو فتح کے شادیانے بجا کر داخل ہو چکا ہی، اب یہان میرے پاس رکھا ہی کیا ہے، ایک تن تنہا بس یہی؛ ؎ یہ بھی تجھ پر صدقہ اے تجھ پہ سو بار داری، یہ بھی آج سے تیرا اب سب کچھ میرا تیرا، تجھے مجھ پر فتح کامل ہے اور میری تسخیر مکمل ہو چکی ہے، تجھے اپنی فتح کی خوشی اور میری تسخیر کی شادی مبارک ہو،

انتظار جواب

خدیجہ کی آنکھین قاصد کی راہ پر لگ رہی تھین کہ دیکھئے کیا جواب جانان سے لاتا ہی، اور میرے نصیب کا فرشتہ مجھے کیا منھ دکھاتا ہی، ایک ایک گھڑی انتظار کی سو سو برس ہو رہی تھی، اور ناکامی کی تلخی ابھی سے منھ کھٹا کر رہی تھی، ہر چند امید باندھتی اور دل کو ڈھارس دیتی، مگر انکار کا خیال بھی جو کہین اس کے دل پہ کھٹک جاتا، تو چھاتی پہ ایک سانپ سا لوٹ جاتا، خدیجہ کو ایک سکتہ کا عالم تھا، اور ہوش وحواس باختہ تھی،

خبر تحیر عشق سن نہ جنون رہا نہ پری رہی　　نہ تو تو رہا نہ وہ مین رہا جو رہی سو بےخبری رہی

ترے جوشِ حیرتِ حسن کا اثر اس قدر سے یہان ہوا　　نہ تو آئینہ مین جلا رہی نہ پری مین جلوہ گری رہی

خدیجہ ادھر بیکسی و بیقراری کی حد پر پہنچ چکی تھی، اودھر قسمت کھڑی سرہانے ہنستی تھی، رازِ ربی خدیجہ کو یہ علم نہ تھا، کہ جس شہ دوجہان کی ملکہ اُسے بنتا ہے وہ یہی تاجدار ہے، نہ اسے یہ خبر تھی کہ جس سید المسلمین اوّل کے ہاتھون اسے مسلم اول بننا ہے، وہ یہی اسلام کا علم بردار ہے، نہ اسے یہ بھی پتہ تھا، کہ جس نبی کو اُسے عالم مین سب سے اول نبوت کا یقین دلانا ہے وہ یہی نبیون کا سردار ہے، نہ اُسے یہی علم تھا کہ جس دلربا کے دل مین گھر کئے رکھنا ہے وہ یہی دلدار وفادار ہے، بھلا جب یہ سب کارن اُس کرتار کو کرنے تھے، تو نکاح سے انکار کہان ہونا تھا، مگر ساتھ ہی خدیجہ کے مقسوم مین جو یہ خلشِ دل رقم تھی، یہ بھی تو اُسے دیکھنی تھی، اس درد سے بھی تو اُسکا چھٹکارا محال تھا، ورنہ نکاح تو جناب باری مین ایک طے شدہ معاملہ تھا، بس رشتۂ پنہان تھا جسے آشکارا ہی کرنا باقی تھا، خدیجہ مسلم اول

ادھر آپ کو جو پیغام ملا، تو آپ نے اُسے گھڑی پل سوچا اور عقل کی نگاہ سے جانچا بھالا، پھر پیغامبر کو مسکرا کے کہا، کہ بھائی مجھے کیا اعتراض اس مین ہو سکتا ہے، البتہ ایک فکر ضرور ہے وہ یہ کہ مین ایک غریب شخص ہون اور خدیجہ بڑی زردار و مالدار ہے، اس غربت و دولت کا جوڑ میل ذرا غور طلب سا امر ہے، یہ چھوٹا اور مکمل ستھرا اور اُجلا سندیس لیکر پیغامبر واپس چلا آیا، اور خدیجہ کو آ سنایا،

اس وقت کی کیفیت کچھ عجب تھی، پہلے تو

خبر سنتے ہی قاصد سے ہوئے ہم بیخبر بالکل　　ترے پیغام کو گویا کہ پیغامِ قضا سمجھے

مگر جب ذرا سنبھلی، تو کہنے لگی کہ اگر مجھے زردار شوہر کی تمنا ہوتی، تو مین اتنے زرداروں سرداروں سے منہ کیون موڑتی، رہی میری دھن دولت میرے نکاح کے مانع ہو اور میرا زر میرے بیاہ کے مخل، ایسے زر سے مجھے کیا سود، اور اس دھن سے مجھے کیا نفع، یہ تو کیا، اگر دنیا بھر کا زر زیور ہاتھ لگے تو اوسکی غربت پر لٹا دون، اور ایک عالم کا مال و متاع اوسکی راہ مین بچھا دون،

هدیهٔ زلف تو گر ملک دو عالم بدهند — یعلم الله که سر موئے تو دیدن ندهم

گر شبے وست دهد وصل تو از جانب شوق — تا قیامت نه شود صبح دمیدن ندهم

شرف گر باد وزد بوئے ز زلفش ببرد — باور انیز درین دهر وزیدن ندهم

مجھے اب بھاگ ہے تو اوسکی دولت حسن سے دنیا کے زر و مال سے کچھ سرو کار نہین، بھٹ ایسے دھن پر جو ایسے حسن کے دھنی شوہر سے مجھے جدا رکھے، لعنت ایسے زر پر جو پیا سے پریت گنوائے

خدیجہ پیغامبر سے کہنے لگی، کہ ابھی واپس جا، ان ہی پاؤن لوٹ اور جا کے کہہ، کہ یہ جو آپنے میرے زر و مال پر حرف رکھا ہے، کہ مین بہت تونگر ہون، یہ بات ذرا قابل غور ہے، جب مین خود ہی تیری دولت ہوگئی، جو عذر اعتراض آپ کو میرے زر پر تھا، وہ اب اپنے سے ہی پوچھیے، اور خود ہی اس کا فیصلہ کیجیے، پیغامبر پھر لوٹا آیا اور آپ کو پیغام آ سنایا، گویا خدیجہ کے دل کا ایک صحیح نقشہ کھینچ دکھایا، آپنے جب یہ سندیسہ سُنا، تو جھٹ عقل نے اشارہ کیا، کہ یہ رفیق کی رفاقت کا نشان ہے، اور خرد نے بشارت دی، کہ یہ قدرت سے بھلائی کا ساز و سامان ہے، من مین ایک موج محبت سی پیدا ہوگئی اور دل مین شادی کی ایک لہر اُٹھی، لب پر تبسم دل کا پیغام دینے آیا اور وہ پیغام آپنے پیغام بر کو یون پہنچایا، کہ مجھے خدیجہ کا پیغام سر آنکھون

پر مقبول و منظور ہے،

تقریب شادی

پیا کا پیغام اور خبر خوشی کی پیغامبر لیکر ہوا کی طرح اڑا اور آکے جب خدیجہ کو بتایا، تو اوسکی آنکھون سے مسرت کے آنسو نکل آئے اور اندر کے آنند سے سکھ کا سمندر بھر گیا، بس اب تو کیا تھا، سب کام کو خیرباد کہا، اور ہمہ تن تیاریون مین مصروف ہوگئی، کہ اب اس تقریب نکاح کو ایسا نبھائے، کہ یہ بھی ایک یادگار رہجائے، بڑی شان وشوکت سے جلسے کئے، اور دھوم دھام کے سامان کرائے،

تعالی اللہ چہ دولت دارم امشب　　کہ آمد ناگہان دلدارم امشب
نہال عیش از وصلش بر آورد　　زبخت خویش برخوردارم امشب
برات لیلۃ القدرے بدستم　　رسید از طالع بیدارم امشب
تو صاحب نعمتی من مستحقم　　زکوۃ حسن دہ حق دارم امشب

صبر کا صلہ ذات پاک نے خدیجہ کو خوب دیا، منھ مانگی تو کیا اس سے بھی کہین بڑھ کے مراد مل گئی، اس نے ایک آدمی کام کاج کے لیے ڈھونڈا تھا، اُسے امین مل گیا، اوس نے پیا مانگا تھا، اسے پیغمبر مل گیا، واہ تیرا دریائے رحمت! کیا سے کیا کر دکھایا، خدیجہ بڑی معاملہ فہم بی بی تھی اور نہایت وفادار رفیق، اوسنے اپنا تن من دھن سبھی کچھ اپنے پیارے پتی پر قربان کردیا اور کسی چیز کو بھی دنیا مین اوس سے عزیز نہ رکھا، آپ کو آسودہ حال بنایا تو اس نے، آپکی دشمنون سے جان بچائی تو اس نے، آپ کی نبوت پر سب سے اول ایمان لائی تو وہ خدیجہ نکاح کے بعد پندرہ برس تک زندہ رہی، نہ صرف یہ کہ آپ کو اس عرصہ مین اوس سے

کسی قسم کا شکوہ شکایت پیدا نہ ہوئی، بلکہ وہ ایسے پریم پریت سے رہی اور اسکی وفاداری اور جان نثاری کا نقش آپکے دل پر ایسا قائم ہوا کہ نہ وقت ہی ہٹا سکا، نہ کسی کا رشک ہی اسے مٹا سکا، آپ حضرت خدیجہ کی وفات کے بعد جب کبھی اسے یاد کرتے تو آہ سرد بھرتے، ایک دفعہ جو آپنے اوسکی یاد مین ٹھنڈا سانس بھرا، تو عایشہ جو آپ کی نہایت حسین اور نوجوان بیوی تھی کہنے لگی، کہ اے رسول اللہ، کیا خدیجہ بوڑھی نہ تھی اور اللہ نے آپکو اوس کی بجائے بہتر عورت نہین عطا کی، آپنے فرمایا نہین، ہرگز نہین، جب مین غریب تھا تو اس نے مجھ سے شادی کر کے دولتمند بنایا، جب مجھے سب لوگ جھوٹا کہتے تھے تو اس نے مجھے سچا جانا، جب کل عرب میرے برخلاف تھا تو اس نے میرا ساتھ دیا، خدیجہ بڑی خوبی کی عورت تھی، اور سچ تو یہ ہے کہ ایسے شاہ کے لیے ایسی ہی ملکہ زیب تھی، خدیجہ جو جان جوکھون اذیتون مین شریک تھی، تو خونریزیون کی مصیبتون مین بھی برابر ساتھ تھی، اس نے ہر دم نگاہِ محبت ہی رکھی اور ہمیشہ ساتھ دیا،

لوگ کہتے ہین چاہ مشکل ہے　　　سچ تو یہ ہے نباہ مشکل ہے،
مگر اس نے خوب نباہی،

* * *

باب دوم

ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات، جس شخص کو پیغمبری کا دعویٰ کرنا ہے اور جس پر وحی نازل ہونی ہے اوسکی زندگی کے حالات جو وحی اترنے سے پہلے وقوع مین آئے ہین خود بخود قوی شہادت اس امر کی دے رہے ہین، کہ یہ بشر عوام سے نہین ہے یہ کوئی عجیب وغریب انسان ہے، واقعات صریح جتلا رہے ہین کہ اس کے اقبال کے ستارہ کو کس عروج پہ جا کے چمکنا ہے اور اس کے جلال کی شمع کو کس محفل کا سنگار بننا ہے۔

غلام حضرت زید کا حال

ایک شخص زید نامی غلام حضرت خدیجہ کے بھتیجے کے پاس رہا کرتا تھا، اوس نے خدیجہ کو بطور تحفہ یہ غلام نذر کر دیا تھا، آپ کی نگاہ جو اس غلام کی غلامی پڑتی، تو غیرت انسانی کی ایک لہر سی دل مین جوش مارتی، طرح طرح کے وسواس دل مین پیدا ہو جاتے، اور کئی قسم کے خیالات دل مین اٹھ کھڑے ہوتے، آخر آپنے ایک دن اُسے خدیجہ سے مانگ ہی لیا، اور از روے بندہ پروری اس بندۂ خدا کو بندگی کی بند سے آزاد کر دیا، مگر خدا کی شان، وہ بندگی اس بندہ کو ایسی بھائی تھی کہ اس نے مخلصی پا کر بھی اپنے آقا کا دروازہ نہ چھوڑا، محبت پر آپ فریفتہ تھے، وفا پر آپ فدا، اس وفاداری نے زید کی قیمت آپ کی نگاہ مین اور بھی زیادہ کر دی، چنانچہ آپنے اپنے ہی خاندان مین ایک شمع روے اوسکی شادی بھی کر دی، غلام کو آزاد کرنا

اور اپنے برابر بنانا انسان کی فرشتہ خصلتی کا ایسا کرشمہ ہی کہ جس کی نظیر نہ اوس زمانہ کی تواریخ
مین کسی جگہ ملے گی، نہ آج ہی کوئی اسکی مثال نظر پڑے گی، بھلا کون یہ برداشت کرسکتا ہی
کہ اس کا خادم اس کے برابر کا بنا کر بٹھا دیا جائے، چہ جائیکہ وہ آپ اوسے اپنے پایہ کا بنا دے
اور پھر اپنے ہی کنبہ مین بیاہ دے، کون دیکھ سکتا ہی کہ اس کا غلام جسکی زندگی کل تک اسکے
تابع مرضی تھی، وہ غلام آج اوس کے پہلو بہ پہلو بیٹھے، اور اس پر طرہ یہ کہ غلام بھی وہ
غلام جسکی حیات موت اوس کے مالک کے ہاتھ مین ہون، جہان چاہا، مچھر کھٹمل کی طرح
کچل دیا، اور کیڑے مکوڑے کی طرح پانون تلے روند دیا، ایسے بیکس بندہ پر عرب کے اس اندھے
اندھیرے مین ترحم لانا اور ترس کھانا عام انسان کی قدرت خیال سے بھی باہر ہے،
پھر اپنے خاندان ہی مین غلام کی شادی کر کے اس بندہ نوازی کو بدرجۂ برابری پہنچانا بشر کے
مقدور سے دور ہی، یہ غلام پروری اسی بندہ پرور کے لیے مخصوص تھی جسکو رسالت کی عدالت پر
بیٹھنا تھا، یہ معدلت گستری وہی کرسکتا تھا جسکو حق نے حق پہچاننے کو بھیجا تھا، کہ انسان
انسان مین کوئی امتیاز نہ رکھے، اور کل خالق کی مخلوق کو ایک جانے،

سنگ اسود طبیعت آپکی خداداد صلح کل تھی، جہان چار آدمیون مین کوئی جھگڑا شروع ہوا، اور
نوبت فساد کی پہنچی، آپ جھٹ آگئے، دونون جانب کی بات سنی، فیصلہ ثالثی دیدیا اور
شور وشر رفع دفع کرا دیا، ایک دفعہ کا ذکر ہی، کہ مکہ معظمہ مین معبد گر گیا تھا، اور عمارت کی از سرنو
تعمیر درپیش تھی، ہر ایک کنبہ یہ عزت اپنے لیے چاہتا تھا، کہ وہ خود سنگ اسود اٹھا کر اس جگہ پہ جلا کر رکھے،
بحث مباحثہ اس بات پر بہت ہوا، مگر نتیجہ بجز فساد کچھ نہ نکلا، آخران لوگون نے یہ تجویز ٹھہرائی

کہ یہ معاملہ توکل پر رہنے دو اور جو شخص کل صبح دم سب سے اول خانہ کعبہ کے دروازے سے گذرے
اس کے فیصلہ پر چھوڑ دو، خدا کی شان سب سے اول جو شخص وہان سے گذرا، وہ آپکی ذات بابرکات
تھی، چنانچہ یہ ثالثی آپ پر چھوڑی گئی، آپنے سوچ بچار کر کہا، کہ تم سب لوگ ایسا کرو، کہ ایک چادر
بچھادو، اس پر مین خود سنگ اسود رکھ دیتا ہون، تم اپنے اپنے قبیلہ سے ایک ایک آدمی انتخاب
کرلو جو چارون کنارے چادر کے پکڑ لین، اور جہان اسے لیجاکے رکھنا ہے، وہان لیچلین، اس جگہ
مین چادر سے اٹھاکے اسے اوپر رکھ دونگا، یہ فیصلہ آپ کا سب کو پسند آیا، اور سبھی کے دل کو بھاگیا،
عدل اور انصاف کی ترازو مین تلے ہوئے فیصلہ جات اس رام رنگ رنگے ہوئے کے عجیب و غریب حالات
ایک سمجھدار کی سمجھ کو تو گرداب فکر کے ایسے تلاطم مین لیے جارہے تھے، کہ وہ ششدر و حیران ہوا
جاتا تھا، کہ عالم کی ہوا کس رخ چل رہی ہے، اور یہ ناخدا اپنی ناؤ کس جانب لیے جارہا ہے،

آپ کی طبیعت مین لڑکپن ہی سے یہ عادت موجود تھی، کہ آپ آبادی سے دور کسی گوشۂ معرفت اور گیان کی لو
تنہائی مین جا بیٹھتے، اور من بچار کرتے رہتے، بالعموم غار حرا مین آپکا جانا ہوا کرتا تھا، یہ جگہ مکہ سے
قریب ہی ہے، اور ایک سنسان صحرا مین اُجاڑ مین واقع ہے، قریباً سارا ماہ رمضان آپ خلوت مین اسی
غار مین بسر کیا کرتے تھے" اور آنکھین بند کیے دل کے دروازے کھولے بیٹھے رہتے تھے" جون جون آپکی
عمر بڑھتی گئی، دل کی فکر اور طبیعت کی سوچ بھی ساتھ ساتھ زیادہ ہوتی گئی، طرح طرح خیالات آپکے
دل مین اٹھتے، کہ مین کون ہون اور کہان سے آیا ہون ؟ کیا مقصد ہے میرا یہان اور کہان ہے
میری منزل مقصود ؟ کبھی دل مین یہ دھیان آتا کہ یہ پرند چرند، اور انسان حیوان، یہ گل و گلزار،
اور اشجار و انہار ہین کس کے ؟ کوئی آخر مالک بھی تو ہے انکا، یہ کھیل کسنے ہے بنائی اور یہ رام لیلا کسنے رچائی،

آخر ان کعبہ کی مورتیون کو تو یہ مقدور کہان، کہ یہ بے جان بت نظام دنیا کا سنبھالین، نہ ان

بے حس تپھرون کی یہ طاقت کہ یہ عنان عالم ہاتھ مین لین، تو پھر ہے کس صانع کی یہ صنعت ساری اور

کس کی کلک قدرت کی ہے یہ قلمکاری، ان ہوا کے طبقون مین یہ تحریک کس کے اشارہ سے ہے اور

اور اس جل تھل پانی مین یہ حرکت کس کے ایما سے ہے، آخر کوئی فرمانروا اس مملکت کا ہوگا مگر

وہ کدھر ہے، مجھے کیون نظر نہین آتا اور میرے من کی ترشنا نہین بجھاتا، یہ بھڑک دل کی دن

دونی رات چوگنی ہوتی چلی گئی، اور سوچ بچار کے مٹائے نہ مٹ سکی، ہر فکر کا غواص جو عقل

کے سمندر مین غوطہ لگاتا تو بجائے دُر تسلی بیسیون تفکرات اور ساتھ لاتا، الغرض یہ ایک

ایسا معمہ تھا، جو آپ سے حل نہ ہو سکا، ہر چند آپ نے سعی کی مگر یہ عقدہ آپ پر کھل نہ سکا،

ادھر طبیعت جو اتنا اونچا پرواز کر رہی تھی، جب نچلے عالم مین کہین نگاہ ڈالتی، تو دنیا

عالم مین اندھیر

اسے ایک ایسے راجا کی پرجا دکھائی دیتی، جسے رعیت کی خوشحالی اور خلق کی فارغ البالی سے

کچھ سروکار ہی نہین ہوتا، کوئی لڑے، بھڑے، جئے، مرے، کسی کی بلا سے، ریاکاری کا بازار

گرم نظر آتا، اور بدکاری کی اجناس رونق پر ہے، لنڈے کی ہر طرف پوچھ پرتیت، بھلے پرش

کی کوئی پرسش نہین، جو ایک کو شر سے کام ہے، تو دوسرے کو شرارت سے، کوئی فتنہ پر

تلا ہے، کوئی فساد پہ آمادہ ہے، اگر کوئی گدا بھوک سے لاچار ایک نوالہ روٹی کیلیے جان

دے رہا ہے تو کسی توانگر کو اس کا درد نہین، اور جو کوئی مکار ریاکار مفلس کا مال چھین دنیا کی

دولت لوٹ اپنے انبار بھرتا چلا جا رہا ہے تو کسی حاکم کو اس کا فکر نہین، یہ خیالات ایسے دامنگیر

رہتے کہ آپکی طبیعت بیحد بے قرار ہوجاتی اور بار بار یہی حجت پیدا کرتی، کہ کون ہے فرمانروائے عالم اور

کہان ہو اس جگت کا پرت پالن، یہان راج ہے کام کرودھ کا، لوبھ موہ ہنکار کا، یہ کیا رچنا رچی ہو آخر اور یہ کیا کھیل ہے کرتار کا،

این چہ شوریست کہ در دور قمر می بینم — ہمہ آفاق پر از فتنہ و شر می بینم
ہیچ شفقت نہ برادر بہ برادر وارد — ہیچ مہرے نہ پدر را بہ پسر می بینم
دختران راہمہ جنگ است و جدل با مادر — پسران راہمہ بدخواہ پدر می بینم

مگر اب ان سب سوالات کے جوابات کا وقت بھی آگیا تھا، اب ہر ساعت من کے گیان مین کٹنے لگی، اور ہر گھڑی معرفت کے دھیان مین گذرنے لگی، الغرض ذات سے ملگئی، اور حق کے نور سے اندر نورانی ہوگئی

ہوئے محو عالم سے آثار ظلمت — کہ طالع ہوا ماہ برج سعادت
نہ چھٹکی مگر چاندنی ایک مدت — کہ تھا ابر مین ماہتاب رسالت

یہ چالیسوین سال لطف خدا سے
کیا چاندنے کھیت غار حرا سے

ایکدن حسب معمول آپ غار حرا مین بیٹھے سوچ مین محو تھے، کہ ناگاہ ایک آواز غیب سے آئی، کہ اے محمد پڑھ، آپنے جو ہین کہ سنا، گھبرا گئے، کہ یہان نہ آدمی نہ آدم زاد، یہ کیا ماجرا ہے، مدتون مین یہان آتا رہا، ایسا واقعہ کبھی پیش نہین آیا، آپ ابھی اسی خیال مین تھے کہ دوبارہ ندا آئی کہ "اے محمد پڑھ" اس پر آپنے کہا کہ مین کیسے پڑھون مین امی ہون مجھے پڑھنا نہین آتا، پھر آواز آئی، کہ پڑھ اپنے پروردگار کے نام سے جو خالق ہے جس نے جمے ہوئے خون سے انسان جیسی پر حکمت مخلوق پیدا کی، پڑھ اپنے پروردگار کے نام سے جو بہت کرم کرنیوالا ہے، جس نے

قلم کے ذریعہ علم سکھایا، انسان کو وہ کچھ سکھلایا، جو وہ نہین جانتا تھا،

ستارہ بدرخشید و ماہ مجلس شد | دل رمیدہ ما را انیس و مونس شد
نگارِ من کہ بمکتب نرفت و خط نہ نوشت | بغمزہ مسئلہ آموز صد مدرس شد

نزولِ آیت ہوتا تھا، کہ طبیعت پر سخت گھبراہٹ طاری ہو گئی، آپ نے غار سے نکلکر فوراً گھر کی راہ لی، اور آپ بیتی اپنی چہیتی بی بی کو آسنائی،

اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا | اور اک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا

خدیجہ کا مسلمان ہونا

خدیجہ ایک مدت سے دیکھ رہی تھی، کہ میرا شوہر شاہون کی شوکت اور فرشتون کی خصلت رکھتا ہی، نہ اسے کوئی انسان آپکے پایہ کا عرب مین نظر آتا تھا، نہ اس خوبی کا بشر کہین قرب جوار مین ہی نگاہ پڑتا تھا، جوہین کہ اس نے غار کا واقعہ سنا، فوراً ہی بات کو پا گئی، اور کہنے لگی کہ اے میرے سر کے تاج، تجھے تاج سروری عالم مبارک ہو، یہ فی الحقیقت وحی ہی، جو تجھ پر نازل ہوئی ہی، یہ پیغام پروردگار کا جبرئیل تیرے لیے لایا ہی، تو رسول خدا ہے، تو نبی اللہ ہے، اور مین تجھ پر ایمان لاتی ہون، سبحان اللہ وہ خدیجہ جس نے آپ پر اپنا زر و مال قربان کیا، وہ خدیجہ جس نے آپ پر اپنا دل صدقہ کیا، وہ خدیجہ آج اپنے باپ دادا کا دین بھی نچھاور کیے جا رہی ہے، رفیق سے رفاقت ہو تو اس طرح کی اور دوست سے دلی صداقت ہو تو اس نوع کی، بھلا ایسے بے نظیر بشر سے بڑھکر کون اس لائق تھا جو مسلم اول کا منصب پائے، چنانچہ خدائے برحق نے حق والے کو اس کا حق دیا، اور حضرت خدیجہ کو مسلم اول کیا، کچھ تھوڑا ہی عرصہ گذرنے پایا تھا کہ خدیجہ کا چچازاد بھائی ورقہ بھی ایمان لے آیا، آپ کا چچازاد بھائی علیؓ اور زید رہا شدہ غلام بھی

جلدی ہی مشرف باسلام ہو گئے، آپ ان ہرسہ کو لیکر ویرانے مین چلے جاتے، اور خلوت مین رحمان نام کا سمرن کیا کرتے، کچھ وقت تو اسی طرح گذرا اور چند ایک اشخاص اور بھی ساتھ شامل ہو گئے، مگر تین برس کے عرصہ مین صرف تیرہ نفر ایسے نکلے جنکی آنکھ کھلی، اور جنکی نگاہ نور حق پر پڑی،

اعلان نبوت

آنحضرت صلعم نے جب دیکھا، کہ اب وقت آگیا ہے کہ اس کام کو بر ملا لایا جائے، اور پیغام حق ڈنکے کی چوٹ پر سنایا جاوے، تو آپنے یہ تجویز کی، کہ چالیس اشخاص کنبہ کنبہ سے اکھٹے لیے اور ان کو دعوت کے لیے بلایا، اور اثنائے گفتگو مین ان سے اپنی نبوت کا ذکر بھی کرنا چاہا، مگر کسی نے توجہ نہ کی، نہ کسی نے رغبت ہی ظاہر کی، بلکہ بعض بیہودون نے تو اس معاملہ کو ہی محض بیہودہ جانا، اسی محفل مین علیؓ بھی بیٹھا تھا، اوس سے رہا نہ گیا، وہ بول اُٹھا، اور کہنے لگا، یا نبی اللہ اگرچہ سب سے خورد سال اس جماعت مین مین ہی ہون، اور مجھے بولنا بن نہین آتا، مگر مین یہ کہے بغیر بھی نہین رہ سکتا، کہ مین آپکی منزلت خوب سمجھتا ہون، اور آپ کے کلام کی وقعت بہت اچھی طرح پہچانتا ہون، مین ہر طرح جیسا آپ کا ارشاد ہوگا، اوس کے مطابق آپکی خدمت بسر و چشم کرنے کو تیار ہون، سب کو ایک ادھیڑ عمر کے ان پڑھ (محمدؐ) اور ایک سولہ برس کے لڑکے (علیؓ) کا یہ فیصلہ کرنا کہ وہ دونون ملکر تمام دنیا کے خیالات کے خلاف کوشش کرینگے، ایک مضحکہ کی بات معلوم ہوئی اور سب لوگ قہقہہ لگا کر منتشر ہو گئے، مگر ان ہنسی کرنے والون کو یہ کہان علم تھا کہ وہ وقت بھی آنے والا ہے، جب ان ہنسی والون پر خود ایک آدھ آدمی نہین بلکہ اک زمانہ ہنسے گا،

مشرکوں کی دھمکی

جون جون توحید کا اعلان آنحضرت صلعم کرتے تھے، اور اپنی نبوت کا اظہار کرتے تھے
اتنی ہی مخالفت بڑھتی جاتی تھی، وہ لوگ خدا کا نام سنتے ہی آگ بگولہ ہو جاتے، اور جو بتون
کے خلاف کوئی کلمہ سُن پاتے تو پھر تو اپنے آپ سے باہر ہو جاتے، ایک دن چند ایک سرگردون
نے ملکر آنحضرت صلعم کے چچا سے جا کے بڑی شکایت کی، بلکہ طیش مین آ کے بعض طعن کی بوچھاڑ
آپ پہ باندھ دی، بزرگ ابو طالب سے یہ لوگ کہنے لگے، کہ تیرا باؤلا برادرزادہ اب کہتا پھرتا ہے
کہ مین خدا کا پیغام لایا ہون، اور مین اُسکا پیغمبر ہون، کون ہے اس کا خدا اور کدھر کے یہ پیغام
اس کے دماغ مین کچھ خلل معلوم ہوتا ہے، ہمارے بتون کے خلاف جنکی پوجا و پرستش ہم سب
اور اس کے آباؤ اجداد آج کے دن تک کرتے چلے آئے ہین یہ زبان کھولتا ہے اور ان مورتیون
کو یہ برا بھلا کہتا ہے، ہم بھلا یہ کب گوارا کر سکتے ہین، ہم تو صرف تمہاری خاطر اب تک چپ رہے ہین
جو ہم کو تمہارا پاس خاطر نہ ہوتا، تو ہمنے کبھی کا اسے ٹھنڈا کر دیا ہوتا، اور ایسا سبق سکھایا ہوتا کہ آئندہ
کسی سے ایسی زبان درازی کی جرأت نہ ہوتی، اب اسکے بعد نہ ہم کو کوئی تمہارا ہی خیال ہوگا، نہ
اوسکی ہی پرواہ جو تم اوس کو ان حرکات سے روک سکتے ہو، تو روک لو یہ وقت ہے، ورنہ ہم اسکا
سر قلم کر دینگے، جو تم اس کا اور اپنا بھلا چاہتے ہو، تو اس کے منھ کو بند کرو، اور اس کی زبان
کو لگام دو،

بزرگ اور آنحضرت صلعم کی رسالت پر گفتگو

بزرگ نے آپ کو بہت کچھ کہا سنا اور سمجھایا بجھایا، کہ بیٹا آخر تیرہ تو کس ہین تمہاری
جماعت کے اور ان کے حوصلہ پہ تمنے تمام خلقت سے مخالفت پر کمر باندھ لی ہے، اس پونجی پر
یہ دعوی، اور اس بے سر و سامانی پر اتنا بیڑا اٹھانا، یہ خیال خام ہے اسے دور کر دو اور اس خبط کو سر سے نکال دو،

اپنی جان کی سلامتی مانگو، اور مجھے بھی دو دن آرام سے کاٹنے دو، بیٹے تم سے زیادہ دنیا دیکھی ہی، اور عرب والون کے خصائل سے زیادہ واقف ہون، یہ بات اگر بڑھ گئی، تو میری تمھاری ہر دو کی خیر نہین، عرب کے لوگ ہمین جیتا جی نہین چھوڑینگے، بیٹا تمکو واسطہ ہی اسی خدا کا جس پر تمکو اتنا بھروسہ ہے کہ اپنی جان کی خیر مناؤ، اور ان لوگون سے جھگڑا نہ پیدا کرو، آنحضرت صلعم نے جب چچا کی یہ کیفیت سنی، اور ادھر لوگون کی مخالفت دیکھی، تو چاہیئے تو یہ تھا کہ آپکا ارادہ سُست ہو جاتا، اور حوصلہ پست، مگر عرب کا ہونہار تاجدار اور دین اسلام کا علم بردار یہ باتین سنکر ایسے جوش مین آیا کہ آنکھین آنسوؤن سے ڈبڈبا گئین اور بزرگ سے مخاطب ہو کر یون کہنے لگا، کہ اے میرے قبلہ آپنے مجھے پالا پوسا اور میری پرورش کی ہر طرح سے نگہبانی اور نگرانی کی، اور آج کے دن تک مجھے سب قسم کی مدد و امداد دی، اسلیے ہر بات مین آپ کی رضامندی میرے لیے سعادتمندی ہے، اور آپکی خوشنودی مین میری بہتری و بہبودی، مگر اے بزرگوار مین دین کے عوض دنیا کا خریدار بننا نہین چاہتا، اور اسلام ترک کر کے اپنی جان بچانا نہین چاہتا، اگر آسمان سے آفتاب اور مہتاب اتر کر میرے داہنے اور بائین آجائین، جب بھی مین باز نہین رہ سکتا، آپ بھی چھوڑ جائین یہ تو کسی بھی مجھ سے منہ موڑ جائین، خلق خدا مجھ سے تعلق نہ رکھے، مگر مین اپنے خدا سے تعلق نہین چھوڑونگا، چاہی مجھے بھوک پیاس کا مقابلہ کرنا پڑے، دنیا کی تمام ذلت و اذیت اٹھانی پڑے، ہر دکھ اور درد کا واسطہ پڑے، مگر مین حق سے نہین پھرونگا، مجھے موت کے منہ مین بھی اگر جانا پڑ جائے، تو بخوشی خود جاؤنگا، مگر اپنے خدائے برحق کے حکم سے منہ نہین موڑونگا، مجھ اس حاکم کا حکم ہی کہ مین توحید پھیلاؤن اور خلقت کو بتون کے پنجہ سے چھڑاؤن، اس کے پیغام کا اعلان مجھ پر عین فرض ہی کیونکہ مین اوسکا پیغامبر ہون

جبتک میرے دم مین دم ہی حق کی یاد میرے دل مین رہیگی، اوراس کا نام میری زبان پر کوئی بشر اسے ہٹا نہین سکتا ہی، اور کوئی انسان اسے مٹا نہین سکتا، اس بارے مین آپکی سب کوشش لاحاصل ہی، اور تمام سعی بے سود ہی، میرا اور آپکا اصولاً اختلاف ہی، اور یہ اتفاق ہو ہی نہین سکتا بتون کی پوجا آپ کا ایمان ہے، اور رام کا نام آپ کے لیے کفر، مجھے یہ کفر آپکے ایمان سے افضل ہے، اور سدا افضل رہیگا،

من لذت درد تو بدرمان نفروشم ‎ ‎ ‎ کفر سر زلف تو بایمان نه فروشم
صد جان بستانم که دهد دامنت از دست ‎ ‎ ‎ دشوار بدست آمده آسان نه فروشم
در دل نه خیال گل روئے تو خلیده ‎ ‎ ‎ خارے که بصد گلشن رضوان نه فروشم
کام دو جهان در عوض غم نه ستانم ‎ ‎ ‎ این جنس گرامی بکس ارزان نه فروشم

بزرگ نے جب یہ سنا، تو پانی پانی ہو گیا، بیساختہ کہنے لگا، کہ بیٹا، مینے آٹھ سال کی عمر سے تجھے پالا ہی، اب تو چالیس بیالیس کا ہی، اب تک ہماری اچھی نبھ گئی، اب میرا تھوڑا وقت باقی ہی، یہ بھی جون تون کرکے گذر جائیگا، بیشک ہماری رائے ایک دوسرے سے جدا ہی، مگر ہم خود ایک دوسرے سے جدا نہین ہو سکتے، اور نہین ہونگے، تجھے جو بھلا معلوم ہوتا ہی کر، اور جو تیرے خدا نے کہا ہی کہہ، مین تیرے ساتھ ہون اور ساتھ رہونگا، جو تیرا دشمن ہوگا، وہ میرا کہان سجن ہو سکتا ہی،

کفار کی منصوبہ بازی

مشرکان مکہ جب اس چال مین کامیاب نہ ہوئے تو انھون نے سوچا کہ یہ وار تو ہمارا خالی گیا، اب کوئی اور داؤ چلائین اور نیا پیچ لڑائین، صلاح و مشورہ کرتے رہے، آخر تجویز یہ ٹھہری کہ زر کے زور سے اسے قابو مین کیا جائے، رشوت کا دام پھیلایا جائے، اور حیل حجت سے اسے پھنسایا

جائے، ایک شخص کو تعینات کیا گیا، جو آپکے پاس جائے اور آپکو سمجھائے اور یہ کہے کہ تم کعبہ کے بتون اور ہمارے معبودون کے خلاف لایعنی کلمات استعمال نہ کیا کرو، اور نہ خداپرستی کا چرچا کیا کرو، جو تم اس بات کو مان جاؤ، تو ہم اسکے عوض مین جو منصب تم چاہتے ہو تمھین اس پر سرفراز کردینگے، اور جو تمھین دھن زر کی تمنا ہو، تو بتون کے صدقہ ہم تم کو اس سے بھی مالامال کر دینگے، اگر تم کو چاہیے کہ تم یہ زبان درازی بند کرو، اور ہر وقت یہ خدا خدا نہ کیا کرو، قاصد پیغام لیکر آیا، اور آنحضرت صلعم کو سب معاملہ کہہ سنایا، آپنے کہا کہ میرا خدا شاہد ہو کہ مین خدا کا پیغمبر ہون، اور اس کا پیغام لایا ہون مجھ پر لازم ہو کہ مین تمکو اللہ کی عبادت کا راستہ بتاؤن، تم سے رام نام جپاؤن، اور مندر کی مورتون کی پوجن چھڑاؤن، نہ تمھارے مال کا طمع مجھے اس کام سے ہٹا سکتا ہو، نہ تمھارے منصب کا لالچ میرے دل سے یہ خیال مٹا سکتا ہو، اے بھولے بھٹکے لوگو کیا تمنے مجھے اتنا ہمت کا ہیٹا اور حوصلہ کا پست جان رکھا ہے، جب تک دم مین دم ہو، اللہ کے نام کا ڈنکا بجاؤن گا، اور توحید کا پرچار کرونگا، قاصد یہ جواب لیکر اپنا سا منہ لیکر واپس چلا آیا اور آکے سب حال احوال انھین سنایا، کہ بھائی، وہ محمد تو تمھاری ایک نہین مانتا، لات مارتا ہو تمھاری دولت پر اور لعنت بھیجتا ہو تمھاری منزلت پر، کوئی دولت خدائی اُسے ایسی ہاتھ لگی ہو، کہ نہ اُسے پرواہ ہو تمھاری جاہ کی، نہ اُسے فکر ہو تمھاری حشمت کی، اب جو تم سے بن سکتا ہو بنالو، وہ خدا کو نہین چھوڑنے کا، چاہے تم اوس سے اور ساری دنیا چھڑالو،

حضرت صلعم کو مار ڈالنے کی تجویز

یہ واقعہ سنکر لوگ بڑے طیش مین آئے، اور غصہ سے آگ بگولہ ہوگئے، ایک دن انھون نے مجلس مقرر کی، اور قبیلہ قبیلہ کے منتخب آدمی اوس روز اکھٹے ہوئے، کہ ملکر کوئی تجویز ایسی بنائی جائے کہ آپ کا فیصلہ کر دیا جائے، سب اپنی اپنی تجویزین پیش کرتے تھے، قریباً سب ہی اس بات پر متفق الرائے تھے

کہ یہ شخص بڑا قادر الکلام ہی، اور اسکی بات مین بڑا اثر ہے، بس بات کرتا ہی اور آدمی کو موہ لیتا ہی، سوا اس ڈھب پر لاتا ہی کہ انسان لاجواب ہو جاتا ہی، اُدھر ساتھ ہی جوان بھی ایسا خوبرو ہی کہ آدمی اسے دیکھکر گرویدہ ہو جاتا ہی، مگر اس کے سر پر کوئی جن بھوت سوار ہی اور یہ اس مرض سے لاچار ہی کوئی کاہن یا مانتری بلاؤ اور اس کا علاج کراؤ، اس کے دماغ مین ضرور خلل ہی، کیونکہ بت ہماری پوجن ہی اور یہ بتون کی نندیا کرتا ہی، اور ہر وقت خدا خدا کرتا رہتا ہی، اسی نوع اور ڈھنگ کی تدبیرین پیش ہوتی رہین اور ہر ایک اپنی اپنی بساط کے مطابق اپنی جہالت وحماقت کا نمونہ دکھلاتا رہا، آخر ایک شخص جو مقابلتاً ذرا عقل کا زیادہ دشمن تھا، رہ نہ سکا اور جھنجھلا کے کہنے لگا، کہ ہمارا کبھی اس طرح اس شخص سے چھٹکارا نہین ہو گا جبتک یہ زندہ ہی، ہمین زندہ در گور کئے رکھیگا، جو میری سنو تو کوئی حیلہ حجت سامنے رکھو اور اس کا قلع قمع کر دو، یہ درد سر دور ہو جائے اور روز روز کا جھگڑا ختم ہو جائے تم کیا لمبی لمبی تجویزین روز گڑھتے رہتے ہو، اور یہ بہار داستان کھول دیا کرتے ہو، بھلا تمھاری ان باتون سے اُسکو باز آجانا ہی، وہ بڑا جادوگر ہی، تمنے اُسے سمجھ ہی کیا رکھا ہی، اس دور اندیشی کی سبنے داد دی، اور واہ واہ کی اور یکزبان ہو کر کہا کہ بھائی اس نے بھلی کہی.

برین عقل و دانش بباید گریست

آپکو مارنا چاہنا

سبنے اس رائے کو پسند کیا اور ارادہ پختہ کر لیا، پھر تو کیا تھا، آخر حرکات ناشایستہ پر کمر باندھی، بڑھتے بڑھتے نوبت بانیجا رسید، کہ جہان سے آنحضرت صلعم کو رات گئے گذرنا ہوتا، وہان یہ بدکردار جا بجا راستہ مین کانٹے اور خار دار جھاڑیان بچھا آتے، جہان کہین آپ کو وعظ کے لیے جانا ہوتا، یہ پہلے ہی پہنچ جاتے اور لوگون کو بہکاتے، اور اس قدر شور وشر مچاتے، کہ حاضرین کچھ سن نہ سکتے،

اور تنگ ہوکر واپس چلے جاتے، اور جہان کہین بر سر راہ آنحضرت صلعم کو یہ بد باطن ملجاتے تو اس طرح پتھر ڈھیلے یہ آپ پر چلاتے کہ ٹخنون ٹانگون سے خون بہا دیتے، اور تو درکنار اپنا چچا حقیقی بھی جان کا دشمن اور لہو کا پیاسا ہو گیا، اورچچی بد کی حرکات بد تو حد سے گذر گئین، کوئی اذیت نہ تھی جو اس نے نہ پہنچائی ہو، اور کوئی مصیبت نہ تھی جو اس نے سامنے نہ لا دکھائی ہو، نام نہاد انسان تھی، مگر کرتوت کی شیطان تھی، جب خویشون کا یہ حال ہو گیا ہو تو غیرون سے کوئی کیا گلہ کرے، عوام کی تو کچھ پوچھو ہی نہ، ایسی ہوا چلی، کہ جہان کہین کسی نے آپکو اکیلا دوکیلا پایا، پکڑا کھینچا اور خوب مارا، گھسیٹا، ایک دن ابوبکر اگر آکر آنحضرت صلعم کو ان قصابون کے پنجہ سے نہ چھڑاتے، تو انھون نے کھینچ کھینچ کر اور زمین پر گھسیٹ گھسیٹ کر جان ہی سے مار ڈالا ہوتا، آپکی جان بخشی تو ابوبکر نے خدا خدا کر کے کرائی، مگر اونکی اپنی جان ایسی ظالمون کے پنجہ مین آگئی، کہ بڑی مشکل سے انھون نے رہائی پائی، آپکی جماعت مین ایک جان نثار بنام عمار تھا ایک دن ان بد طینتون نے ملکر اسے اور اسکے لڑکے کو پکڑ لیا اور زمین پر گرم ریت بچھا کے ان دونون کو اوپر لٹا دیا، اور پتھر کی سلین انکی چھاتی پر رکھ دین اور ان سے یہ مطالبہ کیا گیا، کہ تم محمد کو فحش گالیان دو، ورنہ تم یہین پڑے پڑے مرجاؤ گے، اور یہ بوجھ تم سے نہین ہٹایا جاویگا، عمار کی بیوی نے جو شوہر اور پسر ہر دو کو اجل کے منھ مین سنکار ہوتے ہوئے دیکھا، تو چلا اٹھی، زار زار رونے لگی، اور ان ظالمون کو بد دعا دینے لگی اس تقصیر سے اس کو بھی پکڑ لیا، اوس کے کپڑے چیر پھاڑ کے پھینک دئے، اسے تن برہنہ کر دیا، اور پھر کیا کچھ اوس کے ساتھ نہ کیا، وہ بیگناہ بیچاری بے تقصیر مصیبت کی ماری محمد صلعم کے دین پر واری وہین جان بحق ہو گئی،

عشق است کہ بر آتش سوزان بہ نشاند   عشق است کہ بر خاک مذلت غلطاند

کس بہر کسے سر ندہد جان نگذارد   عشق است کہ این کار بصد صدق کند

ہجرت حبشہ

جب دکھ کے دن طول پر طول پکڑتے گئے، اور درد کی راتون کا خاتمہ دیکھنے کو انکھین ترس گیئن تو رسول اللہ صلعم نے اپنی مٹھی بھر جماعت اسلام کو اکٹھا کیا اور یہ مشورہ دیا کہ تم یہان سے ہجرت کر جاؤ، آپنے ان سے مخاطب ہوکر یون کہا، کہ ای دین الہی کے نگہبانو اور شجر اسلام کے باغبانو، تمھارا اب یہان ٹھہرنا نامناسب ہے، مشرکان مکہ کی تعدی اب حد سے بڑھ گئی ہے، اور ہر مسلم کی جان عذاب مین پھنس گئی ہے، تم اب یہان ٹھہر کر انکا شکار نہ بنو، بہتر ہے کہ تم سب مع عیال و اطفال ان دُشٹ لوگون کی ہمسایگی سے کنارہ اختیار کرلو، میرے نزدیک یہ اچھا ہے، کہ نجاشی بادشاہ حبشہ کی بادشاہی مین جا پناہ لو، کہ وہ خدا ترس سنا جاتا ہے، میری طبیعت کو بڑا قلق ہے کہ مجھے تم سے علیحدگی اختیار کرنی پڑیگی اور تمکو مجھ سے، مگر اے مسلمانو، تم کو علم رہے کہ ایک عالم کی اُمیدین تمسے وابستہ ہین اور ایک دنیا کی نظرین تمپر لگی ہوئی ہین، اسلیے جو تم خلق خدا کا بھلا چاہتے ہو، اور روز قیامت کو اپنی سرخروئی، تو یہان سے نکلنے کی فکر کرو، تاکہ یہ نونہال اسلام مکہ کی مشرک ہوا سے بچ جائے، اور ان آندھیون سے محفوظ رہکر نشو ونما پا جائے اے مومنو کمر ہمت باندھو اور چلنے کی تدبیر کرو مولا بھلا کریگا، مسلمان بیچارے اسلام کے پیارے حکم نبی کا سننا تھا کہ تیار ہوگئے، ان غریبون نے مسکن و مکان چھوڑے، گھر بار چھوڑا، باپ، دادا کا وطن چھوڑا مگر رسول اللہ صلعم کے حکم سے منھ نہ موڑا، حیرت کا مقام ہے کہ آپکی امت کے اس وقت آدمی بھی صرف مٹھی ہون، اور بیکس سے زیادہ بھی نہ ہون، اور ہون بھی پھر اس قدر جان نثار کہ پل بھر مین سبھی کچھ چھوڑنے کو تیار، آفرین ہے ایسے دلدادون پر، اور صد آفرین ایسے دلدار پر، ان بیچارون نے تھوڑا بہت زاد راہ ساتھ لے لیا، اور بال بچہ کو ہمراہ لے، اللہ کی آس اور رسول کے آسرے پر چل پڑے

کہ شاید ہمین وہان کوئی ٹھنڈی سانس لینا ملے، اور دو دن زندگی کے کفارون کے ظلم سے بچ جائین، اس امید پر افتان وخیزان راستہ کی تکالیف اٹھاتے سفر کے دکھ جھیلتے شاہ حبش کی سلطنت مین آخر جا ہی پہنچے، ان بد نصیبون کے بخت ان سے بھی زیادہ تیز رفتار نکلے، وہ ان سے قبل ہی آ نمودار ہوئے، رکون کا تعاقب

مشرکان مکہ بھلا کہان برداشت کر سکتے تھے، کہ مسلم کوئی گھڑی سکھ کی گذارین، ان کا آرام ہی تو ان کو دوبھر تھا مسلمانون کے شہر مین وارد ہونے کے ساتھ ہی وہ بھی پہنچے، یہ لوگ بہت سے تحفہ تحائف ساتھ لائے، اور امیرون کبیرون کو نذرین پیش کین، اور ان کو رشوت دیکر خوب پہلے ہی سے گانٹھ لیا جب یہ انتظام انھون نے کر لیا، تو کفار مکہ نے پھر بادشاہ حبش کے روبرو اپنی حاضری دیکر عرض پیش کی، کہ یہ مسلمان ہمارے غلام ہین، اور مکہ سے بھاگ آئے ہین، اسلئے ان کی گرفتاری کا حق ہمین حاصل ہے ہمین شاہ کے دربار سے مدد ملے، تا ہم ان کو واپس گھر لیجائین، ساتھ ہی یہ بھی عرض داشت کی کہ ان لوگون نے اپنا ایک نیا مذہب کھڑا کر لیا ہے، اور خانہ کعبہ کے معبودون کے خلاف یہ عوام کو برانگیختہ کرتے رہتے ہین، اور انکی شان کے خلاف منہ سے بہتان بولتے رہتے ہین، نہ کوئی انکا دھرم ہے، نہ ایمان ہے، شرارت سے ہر وقت ان کو کام ہے، بادشاہ یہ نالش سنکر کہنے لگا، کہ خواہ کچھ بھی اونکا مذہبی اعتقاد ہو جب وہ وہان سے بھاگ کر آئے ہین، اور میرے ملک مین پناہ کے لیے آئے ہین تو مین ان کو تمہارے حوالہ کس طرح کر دون، جبتک کہ ان کے خلاف کوئی جرم عائد نہ ہو، ضرور ان لوگون پر وہان کوئی نہ کوئی سختی یا زیادتی ہوئی ہوگی، ورنہ اپنا گھر بار چھوڑ کر دیس سے پردیس کون آتا ہے، ایک تو یہ آگے مظلوم ہین، اب تم چاہتے ہو کہ مین ان پر اور ظلم کر دون، کہ ان کو یہان سے نکال دون اور تمہارے حوالہ کر دون، مین یہ نہین کرنے کا، مگر مین اون کو اپنے سامنے بلا لیتا ہون، اور

مسلمانون کا بادشاہ
کی خدمت مین حاضر

ان کا جواب دعوی ہے لیتا ہون، دیکھون تو وہ کہتے کیا ہین، اُن کا عذر بھی سنون،

مسلمانون کو جب حکم طلبی کا ملا، تو بیچارے بڑے گھبرائے اور کہنے لگے، کہ یا خدا، اب اور کیا آفت ہم پر نازل ہونے لگی ہی، اگر ہم یہان سے بھی نکالے گئے، تو پھر جائین گے کہان، یا اللہ کوئی جگہ آخر تیری خدائی مین ہی بھی ہمارے لیے، ہم دربدر خاک چھانتے پھرتے ہین، اور ٹھکانا نہین ملتا، یا اللہ ہم ضرور گنہگار ہین، مگر اس وقت تو ہمارا گناہ یہی ہی کہ ہم تیرے نام پر جان نثار ہین، تو اپنے نام کی لاج رکھ اور ہمین پناہ دے، یہ ہمارے چھوٹے چھوٹے بال بچے اور ہماری یہ بے سروسامانی دیکھ، ہم وطن سے بے وطن ہوئے اور اب نہ ادھر کے رہے اور نہ اُدھر کے ہوئے،

مگر قہر درویش، برجان درویش، غریب کر ہی کیا سکتے تھے، اٹھ کھڑے ہوئے اور جا شاہ کے دربار مین حاضر ہوئے، جب دونون فریق آمنے سامنے دربار مین لاکر پیش کئے گئے، تو کفار مکہ تو رسم و رواج کے مطابق بادشاہ کے سامنے سجدہ کر کے بڑے ادب اور قرینہ سے ایک طرف کھڑے ہو گئے، لیکن جب مسلمانون کی باری آئی تو انھون نے سلام تو کیا مگر سجدہ کو سر نہ جھکائے، یہ بات وزیرون کبیرون نے اخذ کر لی اور اس معاملہ کو خوب رنگ آمیزی سے بڑھایا، حاشیہ پر حاشیہ چڑھایا، کہنے لگے کہ تم لوگ تو فی الواقع بڑے شوخ چشم معلوم ہوتے ہو، جب تم بادشاہ کے روبرو ایسی بیباکی اور گستاخی سے پیش آئے ہو، جب تم مین اتنی شوخی و شرارت موجود ہی کہ شاہ جہان پناہ کو تم نے سجدہ نہین کیا جس سے تم پناہ چاہتے ہو تو یہ کوئی تعجب کی بات نہین ہی کہ تم نے مکہ والون کا ناطقہ بھی تنگ کر رکھا ہو، تم پہلے اس نامعقول حرکت و شیطنت کا جواب دو، اس طرح کی باتین بنا کر بادشاہ کو بھڑکانے کی کوشش درباریون نے کی، مگر اون کی کچھ پیش نہ چلی تو شاہ نے کہا، کہ اے مسلمانو تم نے

تمہارا کیا جواب ہے؟ مسلم گروہ کا سرگروہ جعفر (حضرت علی کا بھائی) تھا، وہ جواب کو آگے بڑھا، اور کہنے لگا کہ اے بادشاہ سلامت، امیرون نے جو سجدہ کا اعتراض ہمپر کیا ہی، یہ درست نہین، گستاخی ہمارے نزدیک نہین آئی، اور بے ادبی ہمنے سیکھی نہین ہی، مگر ہمارا مذہب ہم کو یہ تعلیم دیتا ہی کہ سجدہ صرف خدا کو کرد سوائے خدا کے کوئی بندہ سزاوار سجدہ نہین ہی، ہمکو یہ فرمان رسول اللہ صلعم کا ہی، اور ہم اس کے خلاف نہین چل سکتے، یہ گفتگو سنکر نجاشی بادشاہ جو کہ خود عیسائی تھا کہنے لگا، مسلمانو تمہارا رسول خدا کون ہی جس کا تم حوالہ دے رہے ہو، وہ کون شخص ہے جس نے تم کو یہ تعلیم دی ہے اور تم یہ بھی مجھے بتاؤ کہ تم مکہ سے بھاگ کر یہان کیون آئے، اور کیا واقعی تم ان لوگون کے غلام ہو؟ یہ فرمان شہ کا سنکر جعفر پھر آگے بڑھا، اور یون عرض کی،

جعفر کی جادو بیانی

اے بادشاہ سلامت، ہم لوگ مسلمان کہلاتے ہین، ہم امت نبی اللہ کی ہین جکا نام محمد ہی، اور جو رسول خدا ہی، اوس نے ہمپر بڑے کرم فرمائے ہین، آگے ہم مردار کھایا کرتے تھے، پتھر کے بت پوجتے تھے، لڑکیون کے پیدا ہوتے ہی زندہ دفن کر دیا کرتے تھے، ہر وقت ہمین جھوٹ سے کام تھا، اور فریب سے غرض، خدائے ایزد نے ہمارے لیے اب ایک احمد بھیجا جسنے رحمت کی برکھا برسائی،

رہے اس سے محروم آبی نہ خاکی — ہری ہو گئی ساری کھیتی خدا کی

اب ہمارا ایمان خدائے واحد پر ہے، بت پرستی کو ہم کفر سمجھتے ہین، عورت ذات کی عزت کرتے ہین دنگہ فساد سے گریز کرتے ہین، یتیمون کے مال سے سخت پرہیز کرتے ہین، اور نام مولا مفلسون کو زکوٰۃ دیتے ہین، یہ تمام اللہ کی برکت ہم کو رسول اللہ صلعم کے فضل سے نصیب ہوئی ہی، اے حاکم وقت! یہ ہی ہمارا جرم، جسکی پاداش مین ہم مکہ سے نکلے اور یہی ہی ہماری تقصیر جس کے لیے

ہمکو یہان سے نکلوانے کی تجویز اب ہو رہی ہی، اے اس ملک کے والی، ہم دیس سے پردیس آئے اپن وطن سے جلا وطن ہوئے، کہ کہین ان سے ہمارا پلا پاک ہو، مگر ہماری شومی بخت، یہ یہان بھی آ نکلے ہین، اور ہمکو یہان سے بھی نکلوانے کے درپے ہین، نہ تو ہم کو مکہ ٹھہرنے دیتے ہین، نہ یہان ہی قدم رکھنے دیتے ہین، آخر یہ کیا چاہتے ہین، کہ ہم کیا کرین جو یہ ہمین ہم پر چھوڑ دین، نہ تو ہم انکے غلام ہین نہ کسی اور انسان کے، ہم بندہ ہین اللہ کے اور چاکر ہین رسول اللہ صلعم کے، ان کا تمام دعوی جھوٹ ہی، اور ہمکو جھوٹ بولنا منع ہے، ہمنے اپنا مال متاع چھوڑا، آبا و اجداد کا مسکن چھوڑا، اسپر بھی بدبختی نے ہمارا ساتھ نہ چھوڑا، اے حبش کے بادشاہ، ہمنے سنا ہی کہ تو عادل شاہ ہی، اور عاجزون کی پناہ ہی، اتنی خدا کی خدائی پڑی ہی، دے اس مین کہین گز بھر جگہ ہمین بھی، کہ ہم دور سے آئے ہین اور امید لیکر آئے ہین، ہم بھی کیا یاد رکھینگے،

مسلمانون کے غم کی داستان اور ان کا تذکرۂ اسلام سنکر بادشاہ کا دل بھر آیا اور کہنے لگا "مسلمانو، تم پر اور تمھارے رسول پر مرحبا، مین گواہی دیتا ہون کہ محمدؐ وہی رسول ہی جسکی تعریف مین نے انجیل مین پڑھی ہے اور عیسی ابن مریم نے جس کی بشارت انجیل مین دی ہی، اگر انتظام مملکت دامنگیر نہ ہوتا تو مین تم لوگون کے ساتھ چلکر اس رسول برحق کی جوتیان اٹھاتا،" ساتھ ہی شاہ نے یہ بھی کہا، کہ یہ اسی نور کی شعاعین ہین، جسکا جلوہ موسی پر ہوا تھا،" دراصل شاہ دل مین مسلمان تو ابھی سے ہو گیا، مگر اس نے مصلحت یہی سمجھی، کہ اس کا اعلان ابھی نہ کیا جائے، "ادھر مشرکان مکہ کی سفارت کو حکم دیا، کہ مین ہرگز یہ اشخاص تمھارے حوالہ نہین کر سکتا، ان کو عام اجازت ہی کہ یہ میرے ملک مین جس جگہ چاہین آباد ہون، یہ سنکر سفیران مکہ اپنا سا منھ لیکر دیس گھر چلے آئے،

کفار مکہ کا زہر اگلنا

حجت بری بلا ہی، آنحضرت صلعم نے اکیلے ان ظالمون کے پنجہ مین رہنا پسند کیا، مگر آپ سے یہ
برداشت نہ ہوسکا کہ آپ کی آنکھون کے سامنے آئے دن مسلمانون کو ریت گرم پر لٹایا جائے، اونکی
چھاتی پر پتھر اور سلین رکھی جائین اور ان کو کوڑے لگائے جائین، اب مسلمان حبش کو ہجرت کر گئے اور
آپ پیچھے اکیلے رہ گئے، کفار نے اس موقع کو غنیمت جانا اور دل کھولکر حسرت نکالی، مار پیٹ،
کھینچ گھسیٹ، گالی گلوج الغرض کسی بدکرداری سے بھی بدون نے دریغ نہ کیا، اور آپ کا ایسا
ناک مین دم کیا کہ کھانا کھانے سے بھی عاری کر دیا، جہان دیکھا کہ آپنے کھانے کو کچھ رکھا ہی، کوڑا کرکٹ
بلا تبر جو ہاتھ چڑھا اوٹھایا، اور اوپر دے مارا، الغرض ان دکھڑون کی کوئی حد نہ رہی، اور زندگی
وبال ہو گئی مگر کیا ہمت کسی عرب کو ہو گی، جو ہوسکے اس تاجدار کو تھی، اور کیا حوصلہ کسی مشرک کو
ہو گا، جو اس امت کے سردار کو تھا، جگہ بہ جگہ کوچہ بہ کوچہ ڈنکے کی چوٹ تن تنہا تبلیغ حق کرتا پھرتا
تھا، نہ وہ خائف کسی البشر سے تھا، نہ وسے خطرہ کسی انسان کا جب پریتم کے پریم سے مسرور ہو،
بلند آواز سے اللہ اکبر اللہ اکبر کا نعرہ بلند کرتا تھا، تو مشرکان مکہ کے دل چھاتی مین دہل جاتے تھے

تجویز قتل آنحضرت صلعم

ادھر یہ لوگ بھی اپنی کارستانیون مین برابر مصروف تھے، بلکہ پہلے سے بھی کئی گونہ بڑھکر، ایک
دن ایک جلسہ مین اکٹھے ہوئے، اور کہنے لگے، کہ لعنت ہی ہماری زیست پر اور صد لعنت ہماری
غیرت پر جہان ہم تمام سے ایک کج فہم آدمی سیدھا نہ ہوسکا، جہان ہم سب سے ایک محمدؐ سبق نہ سیکھ سکا
وہان ہمارا جینا موت سے بدتر ہی، کیا ایک آدمی بھی ہم مین ایسا نہین جو ہمارے معبودون کو اس
جادوگر کے پنجہ سے بچائے، کیا کوئی منچلا جوان بھی ایسا نہین رہا ہی جو اس کے مقابلہ کو سامنے آئے، کیا
کوئی جانباز عرب ایسا نہین ہی، جو قوم کی خاطر اپنا خون بہائے، یہ جوشیلی تقریرین جو لوگون نے

سنین، تو ان بے غیرتون کی غیرت نے جوش مارا، نتیجہ یہ کہ ان لوگون نے ایک بے گناہ کے
قتل کا ارادہ ٹھان لیا، ابوجہل نامی ایک اجہل اس مجلس مین شریک تھا، کہنے لگا کہ مین ایک
صد اونٹ اور ایکہزار سکہ چاندی اس شخص کو انعام مین دونگا جو اس محمد کا سر کاٹ کر لا پیش کریگا،
اس پر ایک شخص نوعمر باسم گرامی عمر شجاعت کے جوش سے پر اور دلاوری کے نشہ مین چور
گھٹنا ٹیک کر اٹھا اور للکارا کہ اے مکہ والو، بس مین اب تمھارے روبرو منہ تب دکھاؤنگا
جو محمد کا سر کاٹ کر لاؤنگا، اب یا وہ نہین یا مین نہین،

قتل کیلئے حلف اٹھانا

یہ بات سنکر وہ بے شعور لوگ بڑے خوش وخرم ہوئے اور ایک دوسرے سے کہنے
لگے، کہ اب محمد سے ہماری مخلصی ہوئی، عمر بڑا سورما جوان ہے، محمد اس کے روبرو کیا جان ہے،
یہ ایک وار سے اس کے دو ٹکڑے کر آئے گا، اور اپنا اور اپنی قوم کا نام قایم کر جائے گا جاہل
ابوجہل اپنے زر کے زعم مین اور عمر اپنی نوعمری کے نشہ مین دونون میدان بنکر اس کام کو نکلے
قول و قرار تو بھری مجلس مین ہی ہو چکا تھا، اور آنحضرت صلعم کے سر کی قیمت ایک صد اونٹ
اور ہزار سکہ مقرر ہو چکی تھی، اور شہرہ شجاعت علیحدہ، مگر مزید بخت وپنہ کے لیے یہ ہر دو بتون
کے سامنے آحاضر ہوئے، وہان انھون نے قسم کھائی، سجدہ کیا، اور اپنی شیطنت و شرارت کو اس
طرح مزید پکا کیا، عمر نے حرم سے نکلتے ہی تلوار نیام سے کھینچ لی اور شمشیر الف کئے نبی اللہ کے
خون کی پیاس مین تشنہ لب آپ کے گھر کی طرف دوڑا،

بجرم عشق تو مارا کشند وغوغائیست　　تو نیز بر سر بام آکہ خوش تماشائیست

عمر کا اپنی بہن کو قتل کرنے کا قصد

اتفاقاً عمر کو راستہ مین ایک دوست ملا، اور اس سے پرسان حال ہوا، کہ بھائی یہ کیا ماجرا ہے

تو چلا کہان ہی، سچ بتا کس کی جان پہ آبنی ہی، اور تو نے کہان کی ٹھانی ہی، عمرؓ نے اسے ابوجہل
کی جہالت کی کل داستان سنائی اور ساتھ ہی اپنے اونٹ اور انعام کی بات بتائی، وہ سنکر کہنے
لگا، کہ یہ تو سب کچھ درست ہی اور بجا، مگر محمدؐ تو پھر بھی ایک غیر شخص ہے اس سے تو چار دن ٹھہر کر
بھگت لینا، تو بات کر پہلے اپنے بہن بہنوئی کی جنکا اسلام تیرے خاندان کے نام پر دھبہ ہے
تو پہلے اپنے گھر والون کا بندوبست کر، جو ہر وقت محمدؐ کا کلمہ پڑھتے ہین، اور خدا کا جپ کرتے ہین
جو تم کو یہ کام کرنا ہی ہی تو کیون نہین پہلے ان دونون کا کام تمام کرتا تمھارے کنبہ قبیلہ کی عزت
رہجائے، اور مسلمانون کو بھی عبرت آجائے، عمرؓ نے جو یہ بات سنی تو اس کے تن بدن مین ا ک
آگ سی بھڑک اٹھی، اوسکی غیرت اب انتظار زیادہ برداشت نہ کر سکی، انھین قدمون لوٹا
اور سیدھا بہن کے گھر کا رخ کیا، دوڑا آیا اور زور سے آکے دروازہ کھٹکھٹایا، بہن اسکی آواز
پہچان گئی، اس نے جھٹ سے خبابؓ کو جو اوس وقت سورہ طٰہٰ ان کو سنا رہے تھے، اندر چھپا
دیا، کیونکہ وہ سمجھتی تھی کہ عمرؓ تند مزاج ہین، اور ہمارے ترک کفر کے بھی مخالف ہین، ایسا نہ ہو کہ اسے
قرآن پڑھتا یہان دیکھکر طیش مین آجائین، اور خباب مفت مین زیر عتاب آجائے، ہمسے تو
پھر بھی بوجہ بھائی بندی شاید دریغ کر جائین، مگر اس کو کلام اللہ پڑھتا دیکھکر جیتا نہ چھوڑین گے،
چنانچہ خباب کو چھپا کے بہن نے آکے دروازہ جو کھولا، اور عمرؓ کی نظرون سے خون ٹپکتا جو دیکھا
اور ادھر ننگی تلوار پر پڑی تو تاڑ گئی کہ اجل آئی، مگر ہمت کے میدان مین ذرا نہ چوکی، کہنے لگی بھائی مجھ
سے ایک بات سن لو، پھر جو تمہاری مرضی ہو کرنا، عمرؓ نے کہا کیا، بہن کہنے لگی، بھائی مقابلہ
کا یہان کوئی سوال نہین ہے، تو میرا بھائی ہے اور مین تیری بہن، جو بھائی کی شمشیر کو بہن کے

سر سے غرض ہے تو یہ اوس کا اپنا مال ہی، لے حوالہ ہے، یہ کہا اور سر جھکا دیا، جو تجھے میرا عذر سننے کی خواہش ہی، تو پل کا پل اس تلوار کے کہے نہ چل، اپنی عقل کے پیچھے لگ، کہ تو عقلمند ہی، میرا عذر سماعت کر جو قابل پذیرائی نہ ہوا، تو پھر جو طبع چاہے کرنا، عمرؓ نے جب یہ بات بہن سے سنی، تو ذرا جھجک گیا، تلوار نیچے کرلی، اور کہا کہ پھر تا جلدی تو کیا کہتی ہے، وہ کہنے لگی، کہ تو بہن کے گھر آیا ہے، کسی دشمن کے پاس تو نہین آیا، ذرا تامل کر، یہان بیٹھ اور حوصلہ سے سب بات سُن میری جان جاتی ہے تو جائے، مگر مجھے یہ افسوس تو نہ رہے کہ تم نے مجھ سے منصفی نہ کی یہ سنکر عمرؓ کا غصہ ذرا اور بھی ٹھنڈا ہو گیا، اور بیٹھ گیا،

بھائی بہن کی گفتگو

بہن بولی کہ بھائی عمرؓ، تقصیر تو میری یہی ہی کہ مین خدا اور رسول پر کیون ایمان لائی ہون، مین نے بتون سے کیون منہ موڑا ہے، بھائی اگر یہ جرم ہے تو مجھے اس سے اقبال ہی، یہ درست ہی مین نے ضرور ایسا ہی، اور کفر سے توبہ کی ہی، اب بھائی، تو اگر تعصب کو دور رکھے اور دل کے کانون سے سنے تو مین تجھے ایک چھوٹی سی بات اسی سلسلہ مین کہنی چاہتی ہون، وہ یہ کہ اے جان خواہر! اگر وہ کلام جس سے مین متاثر ہوئی ہون، کہ مجھ سے موت کا ڈر ہٹ گیا ہی، اگر تجھے سنائی جائے اور تیرے دل پر بھی ایسا ہی اثر پیدا کرے، جیسا کہ اُس نے مجھ پر کیا، تو پھر بتا کہ تو اپنے لیے کیا سزا تجویز کریگا، کیا پھر بھی تو میرے قتل کا خون ناحق اپنی گردن پر لیگا، اللہ اللہ مین خدا کے نام پر جان دینے کو طیار ہون اور مجھے مطلقاً موت کا ڈر نہین ہی، مگر تو بھی ذرا دل مین سوچ لے کہ خدا کے حضور مین اس کبیرہ کا تو کیا جواب دیگا، جسکا مرتکب تو آج لوگون کے بھڑکانے سے ہوا جا رہا ہے، تجھے بھی خدا کے آگے جان دینی ہے، آخر تیرا بھی حساب کتاب ہونا ہے،

تو اس قدر غافل نہ ہو، اور اتنا ظلم روا نہ رکھ، کیا تجھے یہ بھی خبر ہے کہ مین بھی آخر کسی کی چاکر ہون اور کوئی اس بندی کا بھی مالک ہی، اے میرے پرانون سے پیارے بھائی، اگر تو روز قیامت کو اپنی رہائی چاہتا ہی تو خدا کے کلام کو سن، تو بڑا بہادر ہی، اور رن بیر ہی، مگر مین مانون تب، جو تو اُسے گوش ہوش سے سنے اور پھر مقابلہ کی تاب لا سکے، اگر تجھے کسی وجہ سے اوس کے سننے مین کوئی تامل ہو رہا ہو تو کم از کم اپنی پیاری بہن کی خاطر جسکی جان لینے کو تو شمشیر برہنہ لیے بیٹھا ہی سُن، تاکہ اسے ثواب تو پہنچ جائے کہ اس نے کلام اللہ اوس شخص کو سنایا، جو کلام اللہ پر ایمان لانے کی خاطر اوسکی جان لینے آیا تھا، میرے عمر بس یہی میرا عذر ہے، میری جان کے لیے، اپنی عاقبت کی خاطر کلام اللہ کو سُن، اور اللہ سے ڈر،

عمر کا کلام اللہ سننا

عمر نے جو یہ گفتگو سنی، تو دنگ ہو گیا، کہ یہ کیا بات ہی، کہ اجل اس کے سامنے کھڑی ہی، مگر اسے اندیشہ نہین، مین اس کا سر قلم کرنے آیا تھا، یہ مجھے پند و نصیحت کر رہی ہی، کبھی اللہ کا نام لیتی ہی کبھی کلام اللہ کا ذکر کرتی ہے، وہ آخر کیا شے ہی جس نے اسے اتنا اطمینان قلب عطا کیا ہی، اور اتنا دلیر کر رکھا ہی، بھلا وہ ہی کیا، دیکھون تو سہی، بہن سے کہنے لگا، اچھا مجھے سناؤ، اُس نے خباب کو اندر سے نکالا اور اس نے سورۂ طٰہٰ پڑھنا شروع کر دیا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کہ قرآن اوسکے اس کے پاس سے اترا ہی جس نے یہ زمین اور اونچے اونچے آسمان پیدا کیے ہین، وہ رحمت والی ذات جسکا عرش برین پر راج ہی، وہی خالق اور وہی مالک ہی ہر چیز کا، جو آسمانون پر ہے جو زمین پر ہے اور جو ان کے درمیان ہی، اور جو کرۂ خاک کے تلے ہے، ای انسان تو منہ سے بول یا نہ بول، وہ بھیدون کو اور بھیدون سے بھی زیادہ چھپی ہوئی چیزون کو جانتا ہی، وہ تمام کائنات کا خدا ہی، اوس کے سوا

کوئی معبود نہین، دنیا مین ہر ایک خوبی اور نیکی اُسی کے نام سے ہے۔ ....
.... وہ گھڑی آنے کو ہے جو مینے سب لوگون سے پوشیدہ رکھی ہے، وہ جزا کی
گھڑی ہے، جب کہ ہر روح جیسا کریگی، ویسا بھرے گی، دیکھ وہ شخص جو اس پر یقین نہین لاتا
اور جو اپنی نفسانی خواہش کا غلام بن رہا ہے، کہین تجھے راہ حق سے نہ روک دے، اور تیری
تباہی کا باعث نہ ہو جائے ... عمر یہ سن ہی رہا تھا کہ اس کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا، تلوار اوس نے
نیام مین ڈال لی، اور بے اختیار کہنے لگا کہ بہن، یہ کیا حقیقت ہے، اس مین کوئی بھید ضرور ہے
ان بتون سے اپنا بت نہین بنتا، یہ زمین و آسمان یہ بنی نوع انسان کس نے بنائے ہین، یہ کلام
انسانی نہین ہے، یہ کچھ اور ہی ہے، میری بہن تو میری خطا معاف کر اور میرے قصور سے درگذر کر،
مجھے اب کچھ ہوا جا رہا ہے، مین کیا جانون یہ کیا ہے، مین کیا کرنے لگا تھا، توبہ میری، توبہ بہن
اُٹھ چل اور مجھے لے چل اسی کے پاس جس نے یہ کلام تمکو بتایا ہے، اور یہ روشنی تمکو دکھائی ہے،

عمر کا مشرف باسلام ہ

اس پر یہ لوگ آنحضرت صلعم کے گھر کی طرف روانہ ہو پڑے، وہان پہنچے، اور جا دروازہ
کھٹکھٹایا، کئی ایک اور آدمی بھی یہان موجود تھے، اور ان سب کو علم تھا، کہ عمر آج سرور عالم کا
سر کاٹنے کو تلوار لیے نکلا ہوا ہے، پس گھڑی ہے کہ پل، آیا کہ آیا، جوہین کہ انھون نے آہٹ سُنی،
سب گھبرا گئے، اور چپ ہو کے رہ گئے، آنحضرت صلعم خود اُٹھے اور جا کے دروازہ کھولا، اور
عمر کو دیکھتے ہی بے ساختہ کہا، کہ "عمر آخر کب تک تم میری جان کے قصد مین رہو گے" ادھر
عمر کو دیکھو تو وہ گویا ایک تصویر بے جان، دونون ہاتھ باندھے سر جھکائے، آنکھین زمین
پر لگائے کھڑا ہے، بولنا چاہتا ہے مگر طاقت گفتگو نہین رکھتا، عمر رسول اللہ صلعم کے قدمون پر

گر پڑنے کو ہی تھا، کہ آپ نے جھٹ سے اُسے گلے لگا لیا، اور پیشانی پہ بوسہ دیا، اب جو عمرؓ نے آپکو
روشن ضمیر نگاہ سے دیکھا تو اوس پر حیرت حسن اور رعب رسالت سے ایسا سکتہ طاری ہوا کہ
دیر تک تو اوسکے منہ سے بات ہی نہ نکل سکی، جو جو حرکات اس نے کی تھین، سب اوس کے
سامنے ایک ایک کر کے آگئین، پشیمانی نے پسینے پر پسینے شرم کے بہائے، اور دیر تک حواس
وہمت جگہ پر نہ آئے، آخر جب دل نے ذرا قرار پکڑا اور طبیعت ٹھکانے پر آنے لگی، تو عمرؓ نے
آپ سے مخاطب ہو کے یون کہا، کہ یا محمدؐ، تو نے مجھے کیا کر دیا، تیرے کلام مین کیا جادو ہے،
اور تیری زبان مین کیا تاثیر، مجھے آج وہ آنکھ نصیب ہوئی ہے جس سے مین تیرا حسن وجمال دیکھون
اے شاہ حسن تو نے میرا دل لے لیا، مجھ مین اب وہ تاب وتوان کہان کہ مین کچھ کہہ سکون
مجھ پر نگاہ ترحم کر،

فتنہ انگیز مشو کاکل مشکین مکشائے — تاب زنجیر ندارد دل دیوانہ ما
گر نکیر آید و پرسد کہ بگو رب تو کیست — گویم آنکس کہ ربود این دل دیوانہ ما

آپ نے حضرت عمرؓ کو وہین مسلمان کیا، عمرؓ کے بیعت کرنے سے مسلمانون کا رسوخ اور
بھی بڑھنا شروع ہو گیا،

زہ کا مشرف باسلام ہونا

ان ہی ایام مین ایک اور واقعہ بھی ایسا ہی پیش آگیا، حمزہؓ آنحضرت صلعم کے رشتہ مین
چچا تھے، اور آپ سے بہت مانوس تھے، ایک دن حمزہؓ شکار کھیل کے جو واپس آئے، تو لونڈی
نے کہا، صاحب، آج ابو جہل نے ایسے ایسے فحش کلمات محمدؐ کو کہے ہین کہ مجھ سے تو سنا بھی نہ
جاتا تھا، وہ بیچارہ بولا تک نہین، اوسنے زبان تک نہ ہلائی، آفرین ہے اوسکے حوصلہ پر، اوس نے

اُف تک نہین کی، مین تو مر کے مٹی ہو گئی، کہ ہمارے محمد کو یہ اتنا ذلیل و رسوا کرین، اور ہم پاس
دیکھا کرین، بھلا اوس عاجز کا قصور ہی کیا ہے، اور اوس نے ابوجہل کا بگاڑا ہی کیا ہے، حمزہ کو یہ
سنکر بڑا رنج پیدا ہوا، اور اسے اس قدر طیش آیا کہ غصہ کا بھوت اوسکے سر پر سوار ہو گیا، اُس نے
حیل کی نہ حجت، سیدھے ابوجہل کے گھر کی راہ لی، اور وہان پہنچکر ترکش سے ایک تیر نکال کمان پر
جوڑ ایسا کھینچکر مارا کہ اسے زخمی کر کے چھوڑا اور اس سے کہا کہ تو نے کیا گھمنڈ اپنے دل مین بنا رکھا ہے
تجھے خبر نہین کہ محمدؐ میرا برادرزادہ ہے، اور تو جانتا نہین، کہ مین بھی محمدؐ پر ایمان لے آیا ہون
حمزہؓ نے وہان سے واپس آکر تمام واقعہ آنحضرت صلعم کو سنایا اور اپنا اسلام قبول کرنا بھی بتایا،
رسول اللہ صلعم یہ خبر سنکر بشاش ہوئے، کہ حمزہؓ جیسا بارسوخ آدمی امت مین شامل ہو گیا ہے،
حضرت عمرؓ اور حضرت حمزہؓ کی شمولیت سے جماعت اسلام کو بڑی تقویت پہنچی، کیونکہ یہ دونون
بڑے رعب و رسوخ والے شخص تھے، عمرؓ بڑے دلاور تھے، اور دل کے بڑے ہی دلیر تھے، ایک
دن عمرؓ نے آپؐ سے کہا، کہ اب تک تو مسلمان ہمیشہ کفار سے چھپ چھپ کر ہی رہتے رہے ہین
اور ڈر ڈر کر ہی، اپنا وقت گذارتے چلے آئے ہین، مگر اب یہ نہین ہونے کا، ہم کو نماز خانہ کعبہ مین پڑھنی
چاہیئے، کفار اپنا دین باطل تو نہ چھپائین، اور مسلمان اپنا دین حق چھپا دین، یہ نامناسب ہے،
آنحضرت صلعم نے کہا اچھا عمر، وہین پڑھین گے، چنانچہ نماز وہین پڑھی گئی، مگر اب جھگڑا اور
بھی برملا ہو گیا، اور مخالفت کی آگ زیادہ زور و شور سے بھڑک اٹھی،

بستی شعب کو بائیکاٹ کرنا

بنی ہاشم کے قبیلہ کے لوگ جنہین سے کہ آپ خود بھی تھے، آپ کی بڑی پاس خاطر کرتے
تھے، اگرچہ صرف چند ہی شخص ان مین سے تھے، جنھون نے اس وقت تک اسلام قبول کیا تھا

اگر وہ یہ برداشت نہ کر سکتے تھے، کہ دوسرے قبیلہ کے لوگ ان کے قبیلہ کے ایک شخص کو بری
نگاہ سے دیکھین، یہ تقاضا بھائی بندی کا تھا، اور حمیت خاندانی اس پر مجبور کرتی تھی، مگر اہل قریش
اس دھڑداری کو بڑا معیوب سمجھتے تھے، بات بڑھتی گئی اور نتیجہ یہ ہوا کہ جھگڑا بجائے شخصی کے
اب خاندانی ہوگیا، ایک طرف تو بنی ہاشم اکیلے، دوسری طرف باقی کل قریش، قریش والون
نے ملکر بنی ہاشم کو نکالدیا، اور مقام شعب مین اُن کو نظر بند کر دیا، اور بالاتفاق اونکی مخالفت
پر کمر باندھلی، اور قسم کھالی، بلکہ ایک اقرار نامہ لکھا، کہ جبتک بنی ہاشم محمدؐ کو ہمارے حوالہ بغرض
قتل نہ کردین گے، تب تک ہمارا اون سے قطع تعلق رہیگا، نہ کوئی اون کے ساتھ کھائے
پیئے، نہ رشتہ ناطہ کرے، اور نہ ان کے ساتھ کاروبار کرے اور نہ اون کے ہاتھ کوئی چیز فروخت
کرے، جو خلاف ورزی ان شرائط کی کرے، اُسے ذات برادری سے خارج کر دیا جائے،
اس عہدنامہ پر سر کردہ اشخاص کے دستخط ثبت کرائے گئے، اصل کاغذ خانہ کعبہ مین آویزان کیا گیا
اور نقل اوسکی ابوجہل کی خالہ کی تفویض مین رکھی گئی، تاکہ اس نئی حرکت کو بھی اُسی جاہل کے
خاندان سے نسبت رہے، یہ شعب کی شرارت مدتون چلتی رہی، اور اس سے کیا کیا اذیت
بیچارے مسلمانون نے نہ سہی، مسلمان تو بجائے خود رہے، ان کے خویش واقارب نے بھی
بھگتی، اور تو اور رہا، چاہ چشمون سے ان کے لیے پانی لینا مصیبت ہوگیا، الغرض شعب کی
بستی مین قریش نے قحط ڈالدیا، اور ہر طرف سے ان کا ناکہ بند کر دیا، بعض رحم دل جو بنی ہاشم
کے بچون کو بھوکھ پیاس سے لاچار دیکھتے اور شب کو ان کا بلبلانا پڑوس مین سنتے تو ان کے
کلیجے اُبل اُٹھتے، آخر قریش کے چند اشخاص کو اونکی گئی گنوائی عقل نے پھر شکل آدکھائی

تین سال کے بعد ایک نیک نام نامی ہشام مرد میدان سامنے آیا، اور اس نے ان سب کو اور بالخصوص اس بدکن ابوجہل کو خوب ڈانٹا، کہنے لگا یہی تمھاری انسانیت ہے، کہ بچے تمھاری آنکھون کے سامنے بھوکے مرا کرین، اور تم عیش وآرام سے رہا کرو، آخر جرم کیا ہے، اور کس تقصیر کے یہ لوگ مجرم ہوئے ہین، اور کب انکی سختی معاف ہوگی، یہ کیفیت سنکر چند ایک اور آدمی بھی اس رائے کی تصدیق مین اوس کے شامل ہوگئے، اس بات پر اب سب طرف سے قیل وقال ہونی شروع ہوگئی، چنانچہ ایک دن بزرگ ابوطالب نے آکے کہا کہ بھائی تم وہ کاغذ منگواؤ جس پر یہ عہد نامہ لکھا گیا تھا، اور جس مین محمدؐ کا اور اس کے خدا کا اور باقی سب چرچا رقم ہے، جو عہد نامہ تم لوگون نے لکھا ہے، اوس مین کیڑے لگ گئے ہین، نام خدا کے سوا اور کوئی حرف پڑھا نہین جاتا، محمدؐ نے مجھ سے ایسا بیان کیا ہی، اس پرچہ کو طلب کرو، اگر یہ بیان سچ نکلے، تو ہم لوگون کو زحمت سے نکالو، اور غلط نکلے تو محمدؐ کو ہلاک کرو، عہد نامہ منگوایا گیا، اور دیکھا گیا تو آنحضرت صلعم کا کہنا صحیح پایا گیا، اس پر بہادر ہشام اور چار جوانمرد جو اس کے ہمخیال تھے، بول اُٹھے کہ یہ تمام کاغذ لچر ہی، اور یہ سب تحریر لغو ہی، ہم کوئی پابند اس تحریر کے نہین ہین، کاغذ ٹکڑے ٹکڑے کر کے پھینکدیا، اور ابوجہل منھ دیکھتا رہ گیا، تین سال کے گذر جانے کے بعد ان کو اپنی نوشت وتحریر کی لغویت سمجھ مین آئی، اور بے گناہ اور بے تقصیر مسلمانون کے بچون نے عذاب موت سے نجات پائی،

حضرت خدیجہ کی رحلت

اسی زمانہ مین حضرت خدیجہؓ نے منزل دنیا سے کوچ کی طیاری کرلی، اور آپکو اوس دلی رفیق سے عمر بھر کی جدائی پڑگئی، وقت آخر آپہنچا، اور طائر روح جسم سے پرواز کرگیا،

مومنین کو ام المومنین کی وفات کا بڑا بھاری صدمہ گذرا، مگر سید المسلمین کے دل پر جو صدمہ مسلم اوّل کے گذر جانے سے ہوا، اوس کا رقم کرنا قدرت قلم سے باہر ہے، جو چوٹ نبی اللہ کے دل پر اس پاک روح کے گذر جانے سے پہنچی جس نے تمام عالم مین سب سے پہلے اوس کی نبوت تسلیم کی تھی، اس کا بیان تو طاقت انسان سے بعید ہے، جس حبیب خدا کا خدیجہ سا محبوب اس کے پہلو سے کنارہ کر گیا ہو، اس کے غم واندوہ کا تذکرہ بشر کے مقدور سے دور ہے، اس موت سے یک قلم آپ کے سر پر ایک کوہ غم آلوٹا، اور یہ لازم تھا، کیونکہ خدیجہ بڑے پایہ کی رفیق اور بڑی خوبی کی بی بی تھی، خدیجہ وہ تھی جس نے اپنا زرومال اپنا جاہ وجلال الغرض سبھی کچھ اس ماہ جمال پر تصدق کر دیا تھا، اپنے پریتم پتی کے چین کو اپنا سکھ اور اس کے درد کو اپنا دکھ بنا لیا تھا اپنے پران سے پیارے پیا کی پوجا اپنا دھارن دھار لیا تھا، ایسی خدیجہ کی دنیا سے رحلت اگر آنحضرت صلعم کی خوشی کی رحلت نہ ہوتی تو کیا ہوتی، ملکہ انجہانی کی یاد اوس شہ دو عالم کے صفحۂ دل پر ایسی نقش ہوئی، کہ پھر اپنی موت کے ساتھ ہی مٹی، آپ خدیجہؓ کو بڑی بھاری عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے، اور کہا کرتے تھے، کہ دنیا مین چار عورتین نہایت اعلیٰ درجہ پا چکی ہین، حضرت عیسیٰؑ کی ماں مریم، فرعون کی بیوی آسیہؓ، آنحضرت صلعم کی ملکہ خدیجہؓ، اور آنحضرتؐ کی لڑکی، (خدیجہؓ کے بطن سے، فاطمہؓ،

ابوطالب کی وفات

خدا کی قدرت مصیبت پر مصیبت نے مُنھ دکھایا، اسی سال بزرگ ابو طالب بھی راہی ملک عدم ہو گیا، وہ دادا کا جانشین اور باپ کا قائم مقام چلتا ہوا، وہ یتیم کا والی اور نابالغ کا سرپرست بھی روانہ ہو گیا، وہ غمخوار و غمگسار چچا بھی چل بسا، یکایک آپکے دل کو غم نے گھیر لیا،

اور طبیعت پہ قلق نے قابو پالیا، دل مین بار ہا یہی خیال آتا کہ میرے لئے میری دلدار خدیجہ اور میرے جان نثار چچا نے کیا کچھ نہ کیا، کیا جان کی راحت اور کیا تن کا آرام سب ہی کچھ انھون نے چھوڑا، مگر عمر بھر وفا سے منھ نہ موڑا، کیا آج مین اس جگہ بغیر ان دلدارون کے ہون، ارمان صد ارمان! اب میرے دکھ مین کون روئے گا، اور کون میرے درد مین شریک ہوگا، ایک زمانہ میرے ساتھ جنگ وجدل پر ہے، اور ایک دنیا میرے قتل پر آمادہ، اب کون میرے دکھے دل کو سہارا دیگا، اور کون اس آتما کی ڈھارس بنے گا، مولا مدد!

نبی اللہ کا طائف جانا

آپنے کچھ تھوڑا وقت تو جون تون کرکے گذارا، مگر تابکے مشرکان مکہ نے جواب آپکو بالکل اکیلا پایا تو اس وقت کو غنیمت جانا، اور طرح طرح کی سختی اور تعدی پر آمادہ ہوگئے، ہر چند آپنے حوصلہ وہمت دکھائی، مگر مخالفت بڑھتی ہی نظر آئی، آخر آپنے ایک روز یہ ارادہ کیا کہ اس جگہ کا قیام ترک کردیا جائے اور اپنا ٹھکانا کہین اور بنایا جائے،

ہمصفیران چمن ہمسے چمن چھوٹے ہے ہائے اے شام غریبان کہ وطن چھوٹے ہے

آپنے اب شہر طائف کا رخ کیا، کہ وہان چلین اور چل توحید کی تبلیغ کرین، دل مین سوچا کہ اس وقت مکہ کی بنجر اراضی مین وحدانیت کی تخم ریزی ایک تو رائیگان ہے، دوم یہان اب ٹھہرنا بھی ناممکن ہوا جارہا ہے، طائف کو چلین، اون لوگون کو کلام الٰہی سنائینگے اور جو دو دن مکہ سے باہر گذر جائینگے، وہ غنیمت ہونگے، ان ظالمون کے پنجہ سے کچھ تو نجات ملیگی، مشرکان مکہ نے پہلے سے ہی طائف مین خبر پہنچادی، کہ فلان فلان شخص آرہا ہے، تم خبردار رہنا جو تمکو اپنی اور اپنے معبودون کی کوئی عزت وتوقیر منظور ہے، تو اس شخص کو نزدیک نہ آنے دینا

جو تم کو ہم سے باہمی اتفاق رکھنے کی غرض ہی تو محمد کو داخل شہر نہ ہونے دینا، یہ شخص بڑا فصیح البیان
ہے اور سحر جادو سے ہر وقت کام ہی جو کوئی اسکی بات سن لیگا، وہ اسی کا ہو رہے گا، خبردار رہنا
اور اسے پاس نہ آنے دینا، یہ خبر کیا پہنچی کہ وہان تو لڑائی کی طیاریان شروع ہو گئین،
ہر کسی نے یہی سمجھا کہ یہ تو کوئی بلا آرہی ہی سب اکھٹے ہو گئے، اور لڑائی کے لیے ڈٹ گئے،
ایک رسول خدا ایک طرف، اور تمام طائف دوسری طرف ایک کا علاج دو ہو تا ہی
بھلا جہان دو تو دور ہے، اکٹھا دو سو انسان اوٹھ کھڑا ہو، اور انسان بھی کیا حیوان سے بدتر
وہان کوئی کیا کرے،

لوگ اونچی ڈھیلون، چوٹون پر چڑھ گئے، اور اینٹ پتھر، تیر کمان لیکر مورچہ بنا کے
بیٹھ گئے، آنحضرت صلعم کے وہان پہنچنے پر ایسی بارش برسائی اور طفیل کے طفلون سے ایسی
ذلت کرائی، کہ آپ کو وہان سے واپس ہی ہونا پڑا، آپ شہر چھوڑ کر واپس باہر نکل آئے
اور ایک درخت کے نیچے آپناہ لی، آپکے جسم کے زخمون سے خون جاری تھا اور آنکھون سے آنسو
بہہ رہے تھے، آپنے دعا کے لیے ہاتھ اُٹھائے، اور بارگاہ باری مین التجا کی،

اوہ دئی کیسے بھئی ان جاہے کے سنگ دیپک کے من کچھ نہین جل جل مرے پتنگ

دعا بدرگاہ مولی

اے میرے مولا میری مدد کر، میرے کارساز، میرا بگڑا کام بنا، مجھے ذلت سے بچا، کہ مین بہت ذلیل
ہو چکا ہون، تو بندہ نوازی کر، کہ مین تیرے کمتر بندون سے ہون، ای پاک ذات تو میرے گناہون
پر چشم پوشی کر کہ مین مستحق چشم پوشی ہون، ای کریم مجھ پر نظر کرم کر کہ مین ملتجی کرم ہون، ای خداوند
مین اپنے ضعف و ناتوانی اور مصیبت و پریشانی کا حال تیرے سوا کس سے کہون، مجھ مین صبر کی

طاقت اب تھوڑی رہگئی ہے، مجھے اپنی مشکل حل کرنے کی کوئی تدبیر نظر نہین آتی ہین اب سب لوگون مین ذلیل ورسوا ہوگیا ہون، اے خداوند عالم! تیرا نام ارحم الرحمٰن ہے، عاجزون کی عذر پذیری اور مظلومون کی دستگیری تیری خاص صفت ہے! اے پروردگار تو ہی ہر شکستہ حال کا مددگار ہے، اور یہ عاجز تیری عنایت اور مدد کا ہر دم اُمیدوار، مین نہایت قصوروار ہون، لیکن لے رحیم تیرا رحم میری تقصیرون سے بہت زیادہ وسیع ہے، تیری رحمت کا نور دین و دنیا کی تاریکیون کا دور کرنے والا ہے، یہ طاقت تیرے سواے اور کسی مین نہین"

تا ابد یارب زتو من لطفہا دارم اُمید — از تو گرامید برحم از کجا دارم امید
زلیستم عمرے بسی چون دشمنان دشمن مگیر — بیوفائی کردہ ام از تو وفا دارم اُمید
ہم فقیرم ہم غریبم بیکس و بیمار و زار — یک قدح زان شربت دارالشفا دارم امید
نا امیدم از خود و از جملہ خلق جہان — از ہمہ نومیدم اما از شما میدارم اُمید
منتہاے کار تو دانم کہ آمرزیدن است — زانکہ من از رحمت بے منتہا دارم اُمید
ہر کسے امید دارد از خدا و جز خدا — لیک عمرے شد کہ از تو من ترا دارم اُمید
ہم تو دیدی من چہا کردم تو پوشیدی ز لطف — ہم تو میدانی کہ از تو من چہا دارم اُمید
روشنی چشم من از گریہ کم شد اے حبیب — این زمان از خاک کویت توتیا دارم امید

واپسی مکہ

دل مین یہ خیال پیدا ہوا کہ دیس سے پردیس آیا خستہ و خوار ہوا، کوچہ و بازار مین تشہیر ہوا اس سے تو بہتر ہے کہ مین واپس مکہ ہی کو جاؤن، کہ آخر اپنا وطن اور باپ دادا کا مسکن ہے حرم کی زیارت کرونگا، اور طواف کی عزت سے مشرف ہونگا، جب طائف کے لوگون کے نصیب مین

کلام آلہی سننا ابھی نہین لکھا ہی، تو پھر یہی مناسب ہے کہ مین گھر کی راہ لون، اور مین بیت اللہ چھوڑ کر کہین جاؤن بھی کیون، وہ میرے خدا کا گھر ہے، وہ میرے موہن کی نگری ہی،

گفت معشوقے بعاشق اے فتےٰ　　تو بغربت دیدۂ بس شہر ہا

پس کدامے شہر زان ہا خوشتر است　　گفت آن شہرے کہ درد دلبر است

آنحضرت صلعم کو بخوبی علم تھا کہ مکہ جانا بھی اب کوئی سہل کام نہین ہی، بڑی بے عزتی کا سامنا ہی، دشمنون کی نظرون مین بے حرمتی و بے توقیری علیحدہ اور واقفون آشناؤن سے بے رخی و بے اعتنائی جدا، مگر آپ نے ٹھان لی، کہ جانا مکہ کو ہے، چاہے کچھ بھی ہو، چلنا پریم نگر کو ہی، خواہ کوئی بھی مصیبت آئے، جانا دیار دلبر کو ہے خواہ کسی بلا سے بھی معاملہ پڑے،

تو اپنے شیوۂ جور وجفا سے مت گذرے　　تری بلا سے مرا دم رہے رہے نہ رہے

مکہ مین داخلہ کی رکاوٹ

کفار مکہ نے بھی ادھر پھر مخالفت پر کمر باندھ لی، کہ جو بھی ہو، اب اس شخص کو واپس شہر مین داخل نہ ہونے دو، انھین کیا پتہ تھا، کہ اسی شہر مین اس شہر بدر کو تاجدار شہر ہو کر کبھی داخل ہونا ہے نہ اون کو یہ ہی علم تھا، کہ اسی کے نام سے شہر کو شہرۂ آفاق بننا ہی، الغرض جب آپ مکہ کے قرب وجوار مین آپہنچے، اور آپ کو مکہ والون کے اس منصوبہ کا پتہ لگا، تو آپنے یہی مناسب خیال کیا کہ قبل اس کے کہ شہر وارد ہوا جائے، ان لوگون سے ایک استدعا کیجائے، ممکن ہی کہ اس سے یہ تنازع رفع دفع ہو جائے، آپنے ایک آتے جاتے کے ہاتھ شہر والون کو یہ کہلا بھیجا، کہ مین اس شہر کا باشندہ ہون، اور باپ دادا سے میرا یہ مسکن ہی، سب لوگ مجھے جانتے ہین، مین اُمید کرتا ہون کہ کوئی نہ کوئی آپ سے مجھے اپنی پناہ مین لیگا، اور میرا ضامن ہو جائیگا، مین یقین دلاتا ہون

کر مین کسی سے کچھ نہ کہونگا، نہ آپکے دین مین مخل ہونگا، البتہ اپنے پریتم کا پرچار کرونگا، مگر کسی کو اس سے کوئی ہرج نہین ہوگا مصیبت مین بھلا کون کسی کا ساتھ دیتا ہے، مخالف تو درکنار، خویش واقارب کا لہو بھی سفید ہو گیا، واقف آشنا بھی منھ موڑ گئے، اور اپنے پرائے سبھی چھوڑ گئے، کوئی سامنے نہ آئے اور بار ضمانت نہ اٹھائے،

مطعم کی پناہ

بھلے آدمی کی قلت تو دنیا مین ہر جگہ رہتی ہی، اور عرب مین قحط الرجال تھا، مگر پھر بھی اللہ کارساز ہی، ایک شخص مطعم نام مرد میدان سامنے نکلا، اونٹنی پر چڑھ کر اوس نے مکہ مین کوچہ بکوچہ منادی کردی، کہ دیکھو لوگو سنو، محمد بن عبداللہ آج سے میری پناہ مین آگیا ہی، خبردار کوئی اسے اب برا بھلا نہ کہے، مین اس کا ضامن ہون، یہ بھی کسی کو کچھ نہ کہے گا، مذہب اس کا اپنا ہی ہمارا دین اپنا، نہ اسے ہمارے بتون سے کچھ تعلق ہی، نہ ہم کو اس کے خدا سے، مگر یہ سن لو، جو شخص اسکو ناحق ستائیگا، وہ منھ کی کھائیگا، اس ذمہ داری پر آنحضرت صلعم مکہ تو آ گئے، مگر بدشعار اور بدکردار لوگ اب مطعم کے درپے ہو گئے، اور بات بات مین اوس سے نوک جھونک کرنے لگے، آئے دن ایک نیا جھگڑا اور روز ایک نیا فساد، ضامن غریب کا انھون نے ناک مین دم کر دیا، رسول کی رسالت بھلا یہ کب برداشت کرے، اور نبی کی نبوت کہان گوارا کرے کہ مطعم سا ایک محسن ناکردنی الزام مین روز گردانا جائے، اور یہ سب کچھ آپ کی خاطر، آپ نے ایک دن صبح گجردم نور کے تڑکے بر سر راہ کھڑے ہو بلند آواز سے کہنا شروع کر دیا کہ بھائی دیکھو، کوئی مطعم سے میری خاطر جھگڑا نہ کرے،

بیوجہ عداوت کا سزاوار تو مین ہون   اور دن پہ ہی کیون ظلم گنہگار تو مین ہون

مطعم کا کچھ ذرا بھی قصور نہین ہی جو بھی ہی میرا اپنا ہے، مین اب اوسکی پناہ سے نکل آیا ہون، مین اب اس خدائے واحد کی پناہ مین ہون جس کے لیے تم میری جان کے دشمن بنے ہوئے ہو، تم کو اب واضح رہے، کہ مین اب صرف اوسی کے زیر سایہ ہون، وہی میرا اور تمھارا بنانے والا اور ہم سب کی جان لینے والا ہے، عاقبت کے روز سب کو وہین حاضر ہونا ہے اور اپنا اپنا حساب کتاب دینا ہی، جبتک حکم ربی نہ ہو تم میرا کچھ بگاڑ نہین سکتے، جب تک مرضی مولانہ ہو، تم میرا بال تک بیکا نہین کر سکتے، اب مینے تم کو اچھی طرح آگاہ کر دیا ہے، مطلع رہو، اس سے، اس دلیرانہ کلام اور جوانمردانہ گفتگو کا اثر بے مثل ہوا، لوگ دہشت کھا گئے اور دب گئے اکثر تو اجڈ ان گھڑ تھے، سمجھ بوجھ کچھ نہ رکھتے تھے، مگر بعض بعض اشخاص اب وقتاً فوقتاً اس سوچ مین پڑ جاتے تھے، کہ محمد کا خدا کیا شے ہی، جسکا اتنا بھروسہ اس شخص کو ہی یہ لڑکا یتیم سا ہوا کرتا تھا، نہ اسکی کوئی پوچھ تھی نہ پرتیت، نہ اسے پڑھنا آتا تھا نہ لکھنا، اب کیسے کیا ہوا جا رہا ہی، آئے دن نئے مسئلہ نکالتا ہے، عالم فاضل بنا چلا جاتا ہی، اب اسکی بات دیکھو کس وضع کی ہے، اور یہ گفتگو کس ڈھنگ کی کرتا ہی، یہ ایک عجیب و غریب واقعہ ہے،

یتیمے کہ ناکردہ قرآن درست   کتب خانہ چند ملت بشست

سردار طفیل کا ایمان لانا

اسی اثنا مین ایک بڑا بھاری ذی عزت رئیس طفیل نامی اپنے کام کاج کے لیے مکہ مین آیا، لوگون نے اوسکا بڑا استقبال کیا، اور اوسکی بڑی خاطر تواضع کی، باتون ہی باتون مین اوس سے یہ تذکرہ بھی آگیا، کہ یہان ہم مین ایک شخص محمد نام ایسا پیدا ہو گیا ہی، کہ اوسنے اپنے باپ دادا کا نام بدنام کر دیا ہی، اور ہمارے آبا و اجداد کی عزت خاک مین ملا دی ہی،

خانہ کعبہ کے بت جنکا دیا ہم کھاتے ہین اور جنکے سایہ تلے ہم رہتے ہین، اونکی یہ توہین کرتا ہے' اور اپنے پرائے کسی کی نہین سنتا، طفیل نے کہا آخر اوسکا اپنا دین کیا ہی، اور اوس کا اعتقاد کس پر ہے؟ لوگون نے کہا، کہ وہ ایک کا ذکر کرتا رہتا ہے، کہ یہ تمام دنیا اوس نے بنائی ہی' اور وہ سب کا مالک ہی، آسمان اوسکے ہین، زمین اوسکی ہی، وہ ایسے ڈھکوسلے جوڑتا رہتا ہی مگر ہم لوگ تو کان بند کر لیتے ہین، اور حتی الامکان اوسکی آواز اپنے تک پہنچنے ہی نہین دیتے' آپ ہمارے شہر مین تشریف لائے ہین، ذرا محتاط رہنا، وہ بڑا جادوگر ہی اور اوس کا کلام سحر سامری ہے، جو ایک دفعہ سن پاتا ہی وہ اسی کا ہو جاتا ہی، خدا کی شان، کرتار کے کارن ایک دن ایسا سبب ہوا کہ آنحضرت صلعم قرآن پڑھ رہے تھے، کہ طفیل پاس سے گذرا، وہ ہٹ دھرم اور متعصب آدمی نہ تھا، ہرچند مشرکین نے اسے ہدایت کر دی تھی، مگر وہ سنتا ہی رہا، اور کچھ ایسا متاثر کلام اللہ سے ہوا، کہ جب آنحضرت صلعم نماز وظیفہ سے فارغ ہو کر گھر کو چلے، تو یہ بھی پیچھے پیچھے چلا گیا، آپؐ بہت تیز رفتار تھے، اسے راستہ مین تو موقع ہی بات کا نہ ملا، جب آپؐ گھر پہنچے، تو طفیل سامنے جاکے دو زانو بیٹھ گیا، اتنا بڑا امیر جاہ و جلال والا، مگر اسے ہوش تک نہ رہا، کہ ایک تونگر کس غریب مفلس کے سامنے کس طرح سوال کے لیے آبیٹھا، اُسے آئی دھن پریم کی اور لگی لگن پریتم کی، عشق اللہ نے اس کے اندر آ جوش مارا اور من محبت کی مستی سے مسرور ہو گیا،

دلم کز بادۂ جبار شد مست　　تنم از صحبت دلدار شد مست

بہمہ خانہ گذر کردم چو دیدم　　خطیب و قاضی و خمار شد مست

ازین مے جرعۂ پاکان چشیدند | جنید و شبلی و عطار شد مست
گلستان ارم را سیر کردم | چو دیدم سر بسر گلزار شد مست
ازین مے جرعۂ دادند بمنصور | اناالحق میزد و بردار شد مست
بروح پاک شمس الدین تبریز | که ملا بر سر بازار شد مست

طفیل نے عرض کی کہ اے محمد عربی، یہ تونے مجھے کیا کر دیا، تیری آواز میرے کانون پڑی اور میرا ہوش و خرد لیگئی، مین تیرے پیچھے دوڑا دوڑا آیا ہون، اور اب تیرا در چھوڑنے کا نہین، لوگ کہتے ہین کہ تو جادوگر ہے، جو تجھ سے ملتا ہی، وہ تیرا ہی ہو جاتا ہے، بس وہی ہوئی، یہ کلام جو تونے پڑھا، وہ میرے دل مین گھر کر گیا، بتا تو یہ کیا ہی، مجھے سب کچھ سجھا، مجھے اپنا خدا دکھا، ضرور کوئی اللہ ہے، اور بالضرور تو اس کا رسول ہی، رسول اللہ تو میری طرف نگاہ تو کر، آنکھ اٹھا کے میری طرف ذرا دیکھ تو سہی، مجھے اب تیری روشنی مین تو نظر آنے لگا ہی، اے شیشۂ خوبرو، تیری خوبی کی جناب مین ایک بے نوا دست سوال دراز کئے ہے، دے اسے زکواۃ حسن کی، اپنے خدا کے نام کی،

سیمین ذقنا سنگدلا لالہ عذارا | خوش کن بنگاہے دل غمدیدۂ مارا
من چون گذرم از سر کوئے تو کہ آنجا | یارای گذشتن نبود باد صبا را
جامی نکند خبرہوس بزم تو لیکن | در حضرت سلطان کہ دہد بار گدارا

طفیل جیسا نامی گرامی شخص، بارعب و بارسوخ سردار مشرف باسلام ہو، اور مشرکان مکہ خاموش رہین، یہ بھلا کہان ممکن، اونکے تو تن بدن مین آگ لگ گئی طفیل تو

اپنے کام کاج سے فراغت پا کے واپس اپنے وطن کو چلا گیا، مگر آنحضرت صلعم کے لیے دنیا کی اذیتین اور مصیبتین پیچھے چھوڑ گیا، یہ لوگ آگے ہی سے جلے بھنے بیٹھے تھے، اب تو اونکو اور بھی بڑا ابھاری موقع شرارت کا مل گیا، انھون نے بھی آپ پر ظلم کرنے مین کوئی فرق نہ چھوڑا، اور ذلیل کرنے مین کوئی دقیقہ باقی نہ رکھا، دل کی حسرت ایسی نکالی کہ کوئی ارمان باقی نہ رہا، آنحضرت صلعم کے درد دل کا حال ناگفتہ بہ تھا، نہ بزرگ ابو طالب کا غمخوار پاس نہ حضرت خدیجہؓ سا دلدار پہلو مین اور اس پر آئے دن نیا عذاب اور روز نیا عتاب، جون جون دنیا کے دکھڑے بڑھتے گئے، عشق اللہ کا درد بھی زیادہ ہوتا گیا، محبت مولا کی اور ہجر حق کا، بس جان دنیا کے دکھون سے نڈھال ہو گئی،

مکان یار دور و من ندارم طاقتے در دل	عجب در مشکل افتادم چسان طے سازم این منزل
کیا کہون کس سے کہون دیس پیا کا دور	اڑ نہ سکون گر گر پڑون رہون ٹھور کی ٹھور

جناب باری مین یہ بیقراری سنی گئی، اور قلق ہجر حق کے حضور مین مقبول ہو گئی، شب دلگن وصل کی رات کا اور نیک ساعت حضوری کی آئی، اور شب معراج نے آ چاندنی دکھائی،

ہجرت مدینہ جب ان ظالمون کا ظلم برداشت کی حد سے بہت بڑھ گیا، تو آپؐ نے امت کو حکم دیا، کہ وہ بھی اپنے برادران دین کی جو حبشہ ہجرت کر گئے ہین پیروی کرین، مگر بجائے حبش کے اب مدینہ کا رخ کرین، کیونکہ اس نگر کی دھرتی دھرم کے پودے کو اچھا مانتی ہی، چند ایک مدنی آنحضرت صلعم کی بیعت بھی کر چکے تھے، اور وہان اب خال خال مسلمان بھی آنے لگ گئے تھے اسلیئے آپؐ نے حبش سے مدینہ منورہ کو ترجیح دی، مومنون نے ایک ایک دو دو کر کے نکلنا شروع

کر دیا، اور رفتہ رفتہ سب چلے گئے، اب باقی یہان نبی اللہ وعلیؓ، اور ابوبکرؓ معہ اپنے اپنے عیال و

اطفال کے رہ گئے، اہل قریش نے جب یہ حالت دیکھی، تو انھون نے اکٹھے ہو کر یہ صلاح

ٹھہرائی، کہ یہ سرغنہ اب اکیلا ہی، ہمراہی اس کے صرف دو ہی کس ہین، اب وقت ہی، کہ اسکو یہان

سے نکلنے نہ دو، اور اس کا کام تمام کر دو، کچھ آدمی اس نے ہم سے نکالکر حبشہ بھیج دیئے، اب

رہے سہے مدینہ روانہ کر دیئے ہین، اس نے ہمارے آدمی ہم سے منحرف کر دیئے ہین، اس نے تمام

مکہ کو فنا کر دیا ہی، اور ہمین جیتا جاگتا تباہ کر دیا ہی، جس طرح بھی ہو اسے اب بچ کر نہ جانے دو

اور اسکی بوٹی بوٹی کاٹ لو، مگر جائے استاد خالی است، ابوجہل بولا، کہ اور تو سب کچھ درست

ہے مگر کوئی ایک خاص شخص محمدؐ کے قتل کے لیے تعینات نہین کرنا چاہیئے، بالکل ممکن ہے دوبارہ منصوبہ قتل آنحضرت صلعم

کہ اس کے وارثون سے کوئی شخص ایسا نکل پڑے، جو قاتل سے قتل کا انتقام یا خون بہا

چاہے، تو پھر یہ معاملہ بگڑ جائیگا، چنانچہ ابوجہل نے یہ تجویز پیش کی کہ بجائے اس کے کوئی خاص

آدمی تعینات کیا جائے، بہت سے آدمی ملکر اکٹھے محمدؐ پر جاکے ٹوٹ پڑین، اور اس کے ٹکڑے

ٹکڑے کر ڈالین، یہ رائے سب کو پسند آئی، اور سب نے اس تجویز کی تعریف کی، لعنت اس آفرین

پر اور صد لعنت اس تحسین پر، بہرحال جب پختہ ونیر ہو گئی، اور صلاح قتل بے گناہ کی پک گئی تو

ابوجہل چند ایک اور اشخاص ساتھ لیکر قتل کی نیت سے گھات مین جا بیٹھا، یہ لوگ اب منتظر تھے

کہ جب موقع پائین اندر داخل ہو جائین، اور محمدی لہو کے پیاسے خنجر آپؐ کے خون سے سیراب

کر لائین، اور مکہ کی قتل گڑھ مین عرف عام پائین، شان ایزدی، ایک خادم نمک خوار سلم

جان نثار کو کہین سے یہ اڑتی اڑتی خبر ملگئی، وہ بھاگا آیا، اور اوس نے آپؐ کو آ بتایا، آنحضرت صلعم پچھلے

دروازے سے نکل ابوبکر کے گھر چلے گئے، اور علی رات بھر اون کے بستر پر پڑے رہے جب ابوجہل مع دیگر بدمعاشان اندر آیا، اور آپ کو نہ پایا، تو سخت گھبرایا اور بڑے طیش مین آیا، یہ لوگ وہین سے ابوبکر کے گھر چلے گئے، کہ شاید آپ وہان ہون، مگر وہان سے بھی یہ ناکام رہے، گھر گھر انھون نے تلاش کی، مگر آپ ملتے کہان سے، آپ تو غار ثور مین جو مکہ سے اڑھائی میل کے فاصلہ پر تھا، معہ ابوبکر آ پناہ لی تھی،

غصہ اور کرودھ کا بھوت ان بدون کے سر پر سوار ہو گیا، انکی شکل ڈراونی اور صورت مہیب بنگئی، رنگ ان کا غصہ سے کالے ناگ سا ہو گیا، اور آنکھون سے خون برسنے لگ گیا، اور ہو کیون نہ، ان کے ہاتھ سے ایک تو شکار جاتا رہا، اور دوسرا خجلت و ندامت شہر بھر کی ان کو اٹھانی پڑی، کہ یہ سب کچھ کیا بھی مگر پھر بھی ہاتھ کچھ نہ آیا، ان لوگون نے دیوانہ وار مکہ مین شرق سے غرب اور شمال سے جنوب دوڑ دوڑ کر چپہ چپہ زمین چھان ماری، مگر وہ کام دل ان کو حاصل نہ ہوا، اور نہ وہ میدان صیادون کے ہاتھ ہی چڑھا، دشمنون نے بڑے بڑے انعام واکرام رکھے، کہ جو بدکردار اوس نیکوکار کی گردن کاٹ کر لائیگا، اسے یہ سب مال و متاع دیا جائیگا، مگر کہان رسول خدا کہان بندہ، کجا رام رام کی ٹین ٹین، دشمن غار کے پاس سے گذرے بھی، مگر اون کو ایسا نظر آیا، کہ غار کے منہ پر ایک عنکبوت نے جالا تن دیا ہی، اور ایک تتری نے اوپر انڈے بھی دیئے ہین، اس لیے وہ اندر داخل ہی نہ ہوئے، اور پاس سے گذر گئے، الغرض مشرکان اپنی سب دوڑ دھوپ کر کے تھک گئے اور وہ خاتم النبی کا خاتمہ کرنے والے اپنی کرتوتون کا آپ ہی خاتمہ کر کے اپنا منہ کالا کر اکے

بیٹھ گئے، آنحضرت صلعم تین روز کے بعد نکل کر مدینہ روانہ ہوئے اور اُدھر علی بھی دشمنون کے داؤ پیچ سے بچ بچا آپ کو آملے،

مدینہ مین آنحضرت کی آمد

مومنین مدینہ کو موہن کا مکھڑا دیکھ چاند چڑھ آیا، مسرت کی مد سے مسرور ہو گئے اور کسی کے پریم کے نشہ مین چور ہو گئے، جگہ جگہ اونھون نے شادیانے بجائے، اور گھرون مین گھی کے چراغ جلائے، ہر شخص آپ سے یہی کہتا تھا، کہ میرے ہی گھر چلو، اور قیام کا شرف مجھے ہی دو، اگر محبت مین رشک نہ ہو، اور عشق مین رقابت نہ ہو، تو پریم کی جوت کا دیا بھلا کس سے جلے، لوگ بے قرار ہوئے جاتے تھے، کہ دیکھئے، یہ شاہ کس گھر کا مہمان آج ہوتا ہے، اور کسے یہ عزت ابدی بخشتا ہے، آنحضرت صلعم یہ شوق و رغبت اور یہ جوش محبت دیکھ کر بڑے بشاش ہوئے جاتے تھے، اور مسکراتے تھے، مگر آپ کو یہ خیال بھی تھا، کہ کہین ایسی جگہ پر ٹھکانا کیا جائے، جہان باقی اشخاص کو موقع شکایت نہ ہو جائے، جو شخص اپنے دشمن کی دل آزردگی برداشت نہ کرسکتا تھا، وہ بھلا اپنی امت کے کسی بشر کا دل دکھانا کب گوارا کرتا تھا، آپ نے سب کو مخاطب ہو کے کہا، کہ بھائی مسلمانو مین اپنی اونٹنی کی مہار چھوڑ دیتا ہون، جہان وہ جا کے ٹھہر گئی بس وہی میرے ٹھکانے کی جگہ ہو گئی، تم سب اس پر رضامندی ظاہر کرو، سب نے آمین کہی، اب ہر ایک اپنی اپنی قسمت کو منتظر تھا، کہ دیکھئے کیا رنگ دکھاتی ہے، مگر ابو ایوب انصاری کے نصیب کا بھی تو کوئی ہی پیدا ہوتا ہی، ذات حق کو اس کا نام عالم مین دائم رکھنا تھا، اونٹنی اس کے گھر کے آگے آ کے ٹھہر گئی، بیچارہ ایک مفلس مومن اور بیکس بشر تھا، مگر بھاگون کا بڑا دھنی نکلا، اونٹنی کا وہان ٹھہرنا تھا کہ لوگ اسے مبارک پر مبارک دینے لگے، اور اوس کے اپنے دل کی خوشی

اور مسرت کی تو کوئی حد ہی نہ رہی، جس جگہ ناقہ جا کے بیٹھا تھا وہان اب تک مسجد نبوی موجود ہے، اسے آنحضرت صلعم نے خود اور آپ کے اصحاب نے ساتھ ملکر کچی اینٹون اور کھجور کی لکڑیون سے کھڑا کیا تھا،

آغاز اذان

تعداد مسلمانون کی چونکہ اب بڑھ گئی تھی، نماز کے لیے گھر گھر جا کے بلانا کٹھن معلوم ہونے لگا تھا، آنحضرت صلعم نے اصحاب سے صلاح پوچھی کہ کوئی ایسی تجویز بتائی جائے جس سے سب کو نماز کے لیے وقت پر اطلاع ہو جایا کرے، کسی نے کہا، گھنٹا بجاؤ، کسی نے کہا آگ جلاؤ، کسی نے کہا ناقوس کھٹکاؤ، فکر ہر کس بقدر ہمت اوست، حضرت عمرؓ کہنے لگے، کہ ان بیجان چیزون سے جو بھلا کام لیتے ہو، کیون نہ انسان خود انسان کو بلائے اور خدا کا نام لیکر بلائے، تاکہ لوگون کو یہ علم بھی ہو جائے، کہ خدا کی عبادت کے لیے بلایا جا رہا ہے، آنحضرت صلعم نے یہ تجویز پسند کی، آغاز اذان اس طرح پہ ہوئی،

باب سوم،

انحضرت صلعم کا سردار مدینہ منتخب ہونا،

انحضرت صلعم نے مدینہ کے لوگون مین قومیت کی ایک روح پھونک دی تھی، کیا مسلم کیا کفار اور کیا مہاجر کیا انصار سب نے ایک دوسرے سے اتحاد رکھنے اور اتفاق رکھنے کا سبق سیکھ لیا، اور وہ پرانی عربی عادت اور برے خصائل ترک کر دیئے، آپ نے انھین یہ ذہن نشین کرایا کہ خواہ ہم مین اختلافات کچھ بھی ہون مگر ہم لوگون کو قومیت کا احساس کرنا لازم ہے، بجز اس کے کوئی قوم فلاح نہین پا سکتی، اگر ہم لوگ باہمی تنازعات مین ہر وقت الجھے رہین گے تو دائمی کسی نہ کسی غیر کی اطاعت مین ہی رہین گے، ہر بشر کو چاہیئے کہ مقدم خیال وہ اپنی قوم کا دل مین رکھے اور اپنی ذاتی خواہشات کو قومی خیالات پر کبھی ترجیح نہ دے، جو شخص ترجیح دیتا ہے وہ انسان کے درجہ سے اتر کر حیوانون کے زمرہ مین داخل ہو جاتا ہے، دراصل یہ حیوانون کا شیوہ ہے کہ وہ صرف اپنا ہی پیٹ پالن کر سکتا ہے دوسرے ہمجنسون کا اسے کچھ فکر نہین ہوا کرتا، اسے سوچ اور سمجھ کی قدرت ہی اللہ نے اتنی دی ہے، آخر وہ بھی کیا کرے، مگر انسان تو اسی لیے اشرف المخلوقات کہلاتا ہے، کہ اسے فکر کی طاقت خدا نے دی ہے، لازم ہے کہ تم انسان کا جامہ پہنکر انسان کے خصائل اختیار کرو اور اپنی قوم کا ہر وقت خیال مقدم رکھو، قومیت کا سب سے اول اصول یہ ہے کہ قومی معاملات مین امتیاز فرقہ، و جماعت بلاوجہ نہ رکھو، اسے تعصب کہتے ہین یہ

ہٹ دھرمی ہی، اور اس نے اکثر قومون کو دیمک کی طرح کھالیا ہی، اونکا ستیاناس کر دیا ہے

اے مدینہ والو اس سے بچنا، خبردار رہنا، یہ تعصب بری بلا ہے، اس سے بچنا،

بارہا نالید گفتا قوم ما بیدار شو

لوگ اس نصیحت پر کاربند ہونے لگ گئے، اور اُن مین یکجہتی اور یگانگت کے آثار بھی نمودار ہونے لگ گئے، اب اون کو خود بخود ایک ایسے شخص کی ضرورت محسوس ہونے لگی جو قوم کا راہنما بنے، گری ہوئی قوم کا یہ خاصہ ہی کہ ہر ایک اُن مین سمجھتا ہی، کہ ہمچو ما دیگرے نیست، ہر ایک دوسرے کے نقائص چھانتا رہتا ہی، مگر اپنی اصلاح نہین کرتا، اور ہر ایک دوسرے سے اختلاف رائے رکھتا ہے، مگر متفق الرائے ہونے کی کوئی سعی نہین کرتا، مدینہ والون کی جب حالت ذرا سدھر گئی تو اوحھون نے فوراً یہ عیب اپنے آپ مین تاڑ لیا اور یہ فیصلہ کیا، کہ جو ہم مین سلیم الرائے، دور کی سوچ اور خوش مزاجی رکھتا ہو اسے سب آدمی ملکر اپنا سردار مقرر کر لین، ایسا صاحب محمدؐ ہی تھا اور کون ہو سکتا تھا، آپؐ کے اوصاف حمیدہ سب سردارون والے تھے، اور صفات ستودہ تاجدارون جیسے مسلم و غیر مسلم مدینہ کے بخت خفتہ سے بیدار ہوئے، سب نے بالاتفاق آنحضرت صلعم کو اپنا سردار مقرر کر لیا، اور حاکم مدینہ منورہ بنا دیا،

مسلم کا جنگ پر مجبور ہونا

یہان یہ ذکر کرنا ضروری ہوا کہ چند ایک لڑائیان مسلمانون کو ایسی بھی پیش آئین جنمین آنحضرت صلعم کو خود میدان جنگ مین جانا پڑا، انھین غزوہ کہتے ہین، اور بعض ایسی لڑائیان بھی ہوئین جنمین آپ اپنے کسی سپہ سالار یا سردار کے ہمراہ لشکر بھیجتے رہے، انکو سریہ کہتے

ہین، ان مین سے جنگ بدر نے مسلمانون کو کافرون پر غالب کر دیا، مکہ کی فتح نے مسلمانون کا تسلط
تمام عرب پر بٹھا دیا، مسلمان اصولاً لڑائی سے بڑے کتراتے تھے، اور دراصل لڑنے کی ظاہری
طاقت بھی نہ رکھتے تھے، یہ امر قابل غور ہی کہ ان کا ایک گروہ بھاگ کر حبشہ چلا گیا، دوسرا
گروہ مسلمانون کا تنگ آکر مدینہ مین ہجرت کر آیا، آنحضرت صلعم نے خود دوڑ دوڑ کر غارون
مین جا پناہ لی، طرح طرح کی اذیت و مصیبت اُٹھائی، مگر کبھی بھی کسی سے مقابلہ کی کوشش
نہ کی، اس گروہ اور ایسے سرگروہ کی نسبت یہ خیال پیدا کرنا کہ وہ ملک گیری کی تمنا مین جنگ
و جدل پر آمادہ رہا کرتا تھا، نادرست ہی یہ قرین قیاس ہی نہین، کہ ایک مٹھی بھر مسلم عرب کی
وحشی و خونخوار قومون سے ارادۃً و نیتہً خود جا کے لڑائی شروع کرے، ایسی معمولی بساط
سے ایک پہاڑ کو جا کے ٹکر مارنا اُسی کا کام ہی جبکا سر چکرا یا ہوا ہو، آپ جیسا عقل کل کبھی
اپنی جماعت کو ایسی مصیبت مین نہ پھنسائے، مگر جب جان پر آبنے، تو کون ہی جو خاموش
رہے، ہر ایک پر فرض ہی کہ ظالم سے اپنی جان بچائے، آخر اس دنیا مین ہر ایک چیز کی ایک حد
ہے، جل کسقدر ستیل ہی، اور کتنا ٹھنڈا ہوتا ہی لیکن اسے بھی اگر آگ دو، تو یہ بھی تپ جاتا ہی اور
ایسے ہی جلاتا ہی جیسا کہ خود آگ، مسلمانون پر مسلمان ہونے کی خاطر جو تعدی غیر مسلم قومون نے
روا رکھی، وہ تو درکنار رہی، مگر ان عورتون اور معصوم بچون کے ساتھ جو سنگدلی اور بیرحمی کفار
نے کی، اسے سنکر جسم پر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہین، غریب مسلمانون کی خودداری اور حیا داری
پر غیر مسلم حملہ پر حملہ کرتے رہے مگر یہ پھر بھی مدت تک چپ ہی رہے، آخر مجبور ہو گئے، مگر پھر بھی جو کچھ
انھون نے کیا، اپنی جان بچانے کے لیے اور اسلام کا نام قائم رکھنے کی خاطر کیا، "تنگ آمد بجنگ آمد"

جنگ بدر

آنحضرت صلعم کی جو عزت و منزلت مدینہ والون نے کی، اس سے آپ کا اقبال دن
بدن بڑھنے لگا، مگر حسد و جاہ بھی تو آخر پہلو بہ پہلو جایا کرتے ہین، ایک شخص عبداللہ نام
مدینہ کا رہنے والا جو شوق شاہی دماغ مین رکھتا تھا، آپ کے اقبال اور روز افزون جلال
کا حاسد ہوگیا، مکہ والے تو پہلے ہی آپکی جان کے دشمن تھے، دشمن کا دشمن دوست ہوا کرتا ہی،
اس نے ان سے گانٹھ لی، ساز باز شروع کردیا، اور جاسوس بن بیٹھا، ساتھ ہی یہ وعدہ بھی
ان سے کیا کہ اگر تم مدینہ پر حملہ آور ہوگے تو مین تم کو ہر طرح کی مدد اور امداد دونگا، اور مکہ والون نے
یہ کہا، کہ ہم مدینہ فتح ہوجانے پر تم کو حاکم مدینہ بنا دین گے، ادھر مسلمانون کو بھی یہ کھٹک گئی،
کہ ایک تو یہان مار آستین ہم مین موجود ہی، آڑے وقت پر ضرور کوئی نہ کوئی حرکت کریگا، دوم
ان کو یہ بھی علم تھا، کہ مکہ کے کفار تو صرف موقع ہی کے انتظار مین ہین، جب داؤن انکا لگ
گیا، ضرور ہم پر حملہ کرینگے، اور کسی کو جیتا جی نہ چھوڑین گے، اسلیے طیاری جنگ دونون طرف سے
برابر ہی ہوتی چلی گئی، اتفاق ایسا پیش آیا، کہ ان دنون ایک قافلہ قریش کا شام سے واپس
آرہا تھا، اور اسکو مدینہ کے قرب وجوار سے گذرنا تھا، چور کی داڑھی مین تنکا، سردار قافلہ ابوسفیان
کو کچھ شک گذرا کہ مکہ اور مدینہ کی مخالفت بہت بڑھ رہی ہی، ایسا نہ ہو کہ مدینہ والے کچھ مقابلہ ہی
کر بیٹھین اور ہم لوگ اپنا مال و متاع نقصان کرا جائین، سردار نے ایک قاصد کو مکہ دوڑایا
اور مدد مانگی، قاصد نے اپنے اونٹ کے کان کتر دیئے، کجاوہ اُلٹے رخ لگا لیا، اور اپنا پیرہن
چاک کردیا، اور ایک نرالی شکل و وضع بنا کر جا داخل شہر ہوا، قاصد کو یہ خوب سوجھی، کیونکہ اس
سے اسکی آمد کی شہرت آناً فاناً ہوگئی، لوگ اکٹھے ہوگیے، ماجرا پوچھا تو اس نے کہا، کہ محمد لٹیرا آرہا

مال لوٹنے پر آمادہ ہین تمھین خبر ہے جسطرح کا وہ آدمی ہی، تم سے کچھ ہو سکتا ہو تو بتاؤ، ورنہ اپنے مال
ومتاع سے ہاتھ دھو بیٹھو، یہ سننا تھا کہ مکہ مین جنگ کی تیاریان زور شور سے شروع ہو گئین،
اکثر لوگ جو سمجھدار تھے آخری لمحہ تک مخالف لڑائی کے رہے، مگر عربی کی عقل جتنی بھی ہو، ابو جہل
کی جہالت کے سامنے ہیچ تھی اوس نے کسی کی کوئی بات نہ چلنے دی اور لوگون کو آمادہ
فساد کر ہی لیا، اور لاؤ لشکر مدینہ پہ دھاوا کرنے کو نکل آیا، ادھر سردار قافلہ اپنا راستہ تبدیل
کر کے نکل گیا تھا، اور صحیح وسلامت مع کل مال ومتاع مکہ بھی پہنچ گیا تھا، اس نے آتے ہی
ابو جہل کو خبر بھیجی کہ لڑنا بے سود ہی، لڑائی نہ ٹھان، مگر وہ بھی ابو جہل تھا، اور قضا بھی اسکی
آئی ہوئی تھی، وہ کہان کسی کو خاطر مین لاتا تھا اُس نے میدان کارزار گرم کر ہی دیا، ابو جہل
(۱۰۰۰) جوان ساتھ لایا، آپکے ساتھ قریباً (۳۰۰) آدمی تھے جن مین سے (۸۰) مہاجرین تھے باقی
انصار، مگر سب کے سب لڑنے مرنے پر طیار اور ایک دوسرے سے بڑھ کے آپکے جان نثار در اصل
مسلمانون کو یہ علم نہ تھا، کہ انھین اتنی بھاری جمعیت سے مقابلہ پڑ جائے گا، مگر پھر بھی ہمت کے
میدان مین ذرا نہ گھبرائے اور ڈٹ کر جمے رہے قدرت نے فتح کے سامان مسلمانون کیلئے
کچھ عجیب مہیا کر دیئے تھے، ایک تو موقع ایسا تھا کہ سورج دشمن کے سامنے تھا، اور مسلمانون
کے پس پشت، دوسرے مسلمان ایک اونچی جگہ پہ ڈیرہ ڈالے تھے اور دشمن کا لشکر نشیب
زمین پر تھا، اتفاقاً بارش آگئی، اور آئی بھی بڑے زور شور سے اوپر کا پانی بہہ کر نیچے جا نکلا،
اور غنیم کی صفون مین تمام کیچڑ اور دلدل ہو گیا، اس سے مکہ والون کے دل ٹوٹ گئے، پہلے
حمزہؓ، علیؓ، اور عبیدہ میدان مین نکلے، ادھر سے عتبہ اور اسکے لڑکے آئے پھر لڑائی دونون جانب سے

زور شور سے شروع ہو گئی، دونون لشکر ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑے اور جو ہاتھ چڑھا اسے گاجر

مولی کی طرح کاٹ ڈالا، نبی اللہ معہ ابوبکر میدان مین ایک طرف بیٹھے دعا مانگ رہے تھے، کہ یا اللہ

اپنی امت کی مدد کر اور سچ کا ساتھ دے، کہ اتنے مین وحی نازل ہوئی جس سے نصرت کی خبر ملی

آپ نے فتح کی خوشخبری لشکریون کو سنائی، میدان مسلمانون کے ہاتھ رہا، بہت سے کفار مارے

گئے، اور باقی بھاگ نکلے، مسلمانون نے تعاقب کیا اور بھاگتون کو اسیر کر لیا،

واقعات جنگ

آنحضرت صلعم کی شخصیت اور مسلمانون کا حسن عقیدت بھی قابل دید ہی، ایک نوجوان

مسلمان کی شہادت کی خبر سنکر اوسکی بڈھی مان بولی کہ مجھے اپنے بیٹے کی موت کا ذرا بھی غم نہ ہوگا

اگر محمد صلعم یہ کہدین کہ وہ ٹھیک شہید ہو گیا ہی، اور اُسے بہشت نصیب ہوئی ہی، سبحان اللہ

ایمان ہو تو ایسا اور اعتقاد ہو تو اس طرح کا، اس جنگ مین دو مسلمان لڑکے معوذ اور معاذ

بڑے جانباز ثابت ہوئے، انھون نے دشمن کے لشکر مین پہنچ صف بہ صف ڈھونڈھ کر ابو جہل

کو جا پکڑا اور اسے مار مار کر زخمون سے گھائل کر دیا، اور خود بچکے نکل آئے، کفار بھاگ گئے تھے

اور زخمی اونکے میدان مین پڑے تھے، اتفاقاً عبد اللہ بن مسعود وہان سے گذرے جہان ابو جہل

گرا پڑا تھا، ابو جہل نے آواز دی، کہ اے جانے والے یہ تو بتاتا جا کہ کون لشکر جیتا ہے

اور فتح و نصرت کس کے نام لکھی گئی، عبد اللہ نے کہا کہ "دشمن خدا تو فرعون سے بھی بدتر ہے

وہ مرتے دم تو نادم ہوا تھا، اور تو اب بھی منفعل نہین ہوتا" یہ کہا اور ایک وار سے ابو جہل کا

کام تمام کر دیا، خدائے برحق نے اس طرح اوس شخص کا خاتمہ کیا، جس نے ایک سو اونٹ

اور ایکہزار چاندی کا سکہ خدا کے نبی کے خاتمہ کرنے کے لیے انعام مقرر کیا تھا، مکہ والے

اب بجائے اس کے کہ اس واقعہ سے کچھ سبق سیکھین، خود آرام سے رہین اور دوسرون کو امن مین
رہنے دین، اپنے مسلمانون کے نیست ونابود کرنے کے پیچھے ہمہ تن لگ گئے، اگرچہ کفار نے منھ
کی کھائی، مگر انھین عقل ذرا نہ آئی، اونکی غیرت نے بھی ایک نرالا ہی نمونہ پیش کیا، گھر گھر مکہ مین
انھون نے اعلان کردیا، کہ جنگ کے مقتولون کا کوئی شخص علانیہ ماتم نہ کرے، اور نہ کہین سے
رونے دھونے کی آواز اٹھے، ورنہ مسلمان ہمپر ہنسین گے، اور ہم اونکی نظرون مین سبک
ہوجائین گے، ایک بڈھا بیچارہ مصیبت کا مارا اپنے تین نوجوان بچے اس لڑائی مین کھو بیٹھا تھا
اور آپ شامت اعمال اور دکھڑے دنیا کے دیکھنے کو پیچھے رہ گیا تھا، اب ایسا شخص اگر اپنے
بیٹون کے انتقال کے غم مین نہ روئے تو ان کم عقلون کی عقل پر تو روئے جنھون نے قانونِ
قدرت کے خلاف قانون نافذ کر رکھے تھے، مگر اب کوئی روئے بھی تو کہان جاکے، کیونکہ
اگر کوئی اسے روتا دیکھ پائے تو اوسکی شامت آجائے، ان ظالمون کے ظلم سے تنگ اور اپنی
جان سے لاچار بڈھا غریب شہر سے باہر چلا جاتا، اور اپنے بچون کو یاد کرکے اپنی بیکسی پر روتا،
ایک دن ایسا واقعہ پیش آیا کہ اُسے کسی اور شخص کے رونے کی آواز آئی، اوسنے جھٹ لونڈی کو
بھیجا کہ جا دیکھ تو سہی، کیا رونے کی عام اجازت ملگئی ہے؟ لونڈی نے واپس آکے کہا کہ ایک بیوہ بیکس
کا اونٹ گم ہوگیا تھا، ہرچند اس نے تلاش کی ہے، دستیاب نہین ہوتا، اب بیچاری مایوس
ہوکر آبیٹھی ہے اور اپنے بخت گم گشتہ پر رو رہی ہے، یہ سنکر بڈھا بے اختیار زور زور سے رونے
لگ گیا، کہنے لگا، کہ یہ کیا اندھیر نگری ہے کہ جو اونٹ چلا جائے تو رونا روا ہے، اور جو تین جوان
بچے ناحق خون ہوجائین تو ان پر آنسو بہانا بھی ناروا ہے لعنت ہو ان لوگون پر او صد لعنت

ان کی سمجھ پر،

اسیران جنگ

جو لوٹ اس جنگ مین ہاتھ آئی تھی، اوسکی تقسیم اس طرح پر کی گئی، کہ چار حصہ اوسکے تو شرکائے جنگ مین بانٹے گئے اور پانچوان نبی اللہ کی تحویل مین بیت المال کی حیثیت مین رکھا گیا تاکہ وہ اس سے مفلس محتاج کی مدد کرین، یا کسی اور رفاہ عام پر جہان آپ مناسب خیال کرین خرچ کرین، جو قیدی اس جنگ مین پکڑے گئے تھے، ان کو ابوبکرؓ کی رائے کے مطابق رہا کردیا گیا، اگرچہ عمرؓ اس سے اختلاف رائے رکھتے تھے، حکم رہائی مین شرائط یہ تھین، کہ غریب اور آن پڑھ تو فوراً رہا کردیئے جائین، مگر جو زردار ہین وہ تاوان داخل کرین، اور تعلیم یافتہ اشخاص مدینہ مین کچھ عرصہ کے لیے قیام کرین، اور مسلمان بچون کو تعلیم دین، بعد مین وہ بھی اپنے اپنے گھرون کو واپس جاوین، ان شرائط سے اسیران بہت ہی خوش ہوگئے، کیونکہ یہ پہلی ہی دفعہ تھی، کہ قیدیان جنگ کے ساتھ کسی فاتح قوم نے ایسی خوش اسلوبی سے برتاؤ کیا ہو، یہان تک پسندیدہ سلوک اُن لوگون سے مسلمانون نے کیا، کہ ان اشخاص کو اپنا مہمان تصور کرلیا جب کسی مسلمان کے گھر اپنے کھانے کو کافی نہ ہوتا، تو وہ خود کھجور کھاکے گذارا کرلیتا، مگر مہمان کو ضرور گندم کی روٹی ہی دیتا اگر کسی مسلمان کے کہین جانے کا کافی سواری بہم نہ آسکتی تو آپ پاپیادہ ہوجاتا مگر مہمان کو ضرور سوار کرالیتا، گویا فاتح مسلمانون اور مفتوح مشرکون مین کسی قسم کا امتیاز نہ رہا، اس آئین احمدی پر اہل اسلام جتنا فخر کرین بجا ہے، اور جس قدر ناز اس پر کرین زیبا ہے، یہ وہ واقعہ ہے جسکی نظیر اب تک نہین ملتی،

فسادِ سویق

ابوجہل کا گذرنا تھا، کہ اوس کی جہالت کی گدی پر ابوسفیان بیٹھ گیا، اوس نے قسم کھائی،

کہ مین جبتک جنگ بدر کا انتقام محمدؐ سے نہ لے لونگا، نہ عورت سے صحبت کرونگا، نہ سر مین تیل ملون گا، وہ اس طرح کی شیخیان ضرور لوگون مین بگھارتا رہتا تھا، مگر سامنے نکل کے مقابلہ کی تاب نہ لاسکتا تھا، ایک دن اوس نے سوچا، کہ قسم تو مین کھا بیٹھا ہون، اب جبتک کوئی حیلہ بہانہ نہ کرون، لوگون کے سامنے منھ کیسے لاؤن، اس نے کیا کیا، کہ ایک روز مدینہ کے قرب جوار مین چپکے سے ایک دستہ آدمیون کا ساتھ لیکر چلا گیا، وہان ایک آدھ مسلمان کو اونکے گھر مین ہی مار آیا، اور ایک آدھ گھر کو آگ بھی لگا آیا، اور بھاگ کے نکل آیا، بھاگا بھی ایسے جیسے رات کو چور بھاگتے ہین، بوریان ستو کی راستہ مین ہی پھینک آیا، کیونکہ اُن کے سمیت بھاگنا اُسے دشوار ہوگیا تھا، یہ تو جوانمردی تھی جس پر وہ دن رات قسمین کھاتا تھا، اور انتقام کے لیے دانت پیسا کرتا تھا،

جنگ احد

آنحضرت صلعم کی حالت اب اس طرح تھی، جیسے ایک فرمانروا کی اپنے ملک مین ہوا کرتی ہے، گئی ایک گرد و نواح کی اقوام سے اقرار نامہ و عہد نامہ بھی اب ہونے لگ گئے، بعض سے موافقت پیدا ہوگئی، اگر بعض سے ناموافقت بھی ساتھ ہی ساتھ ہوتی جارہی تھی، آپ اگرچہ حق و انصاف سے تجاوز کرنا خواہ معاملہ مذہبی ہو یا ملکی خلاف ایمان سمجھتے تھے، مگر حاسدون کو بھی تو خدا ہی کی زمین پر رہنا ہی، یہ بھی تو ہر جگہ موجود ہی ہوا کرتے ہین کہان تک انسان ان سے بچے، مدینہ کے نزدیک ایک یہود قوم بستی تھی ان مین حسد کی ایسی آگ بھڑکی کہ یہ آپکا حاکم مدینہ ہوجانا اور مکہ والون کو شکست دینا برداشت نہ کرسکے، ان کو یہ فکر لگا کہ اگر مسلمان کا اقتدار اسی طرح بڑھتا گیا، تو یہم کو بھی تنگ کرین گے، ابھی سے انکا فیصلہ کرو، اور یہ رخنہ دور کرو، اس نیت سے انھون نے

اندر ہی اندر طیاری جنگ کی شروع کردی، مسلمانون کا انتظام اب بڑا پسندیدہ تھا، ان کو خبر لگ گئی، کہ دوسری طرف کیا ہو رہا ہی، انھون نے پیش بندی کی اور آنحضرت صلعم (۴۵۰) آدمی لیکر فوراً میدان مین نکل آئے، یہود یہ دیکھکر ہیبت کھا گئے اور پہاڑون مین جا چھپے، اور ادھر مسلمان بے فکر ہو کے بیٹھ گئے، اور اپنے کھانے پکانے مین لگ گئے، ایک یہودی نے جو کسی اونچی جگہ گھات لگا کر بیٹھا تھا، آنحضرت صلعم کو اکیلا جو دیکھا، تو موقع کو غنیمت جانا، فوراً پہاڑی سے اترا اور دبے پاؤن کہ آہٹ نہ ہو آپ کے سرہانے آکھڑا ہوا، اور تلوار الف کر کے کہنے لگا کہ ارے محمد اٹھ، اب بول تیرا وقت اخیر آگیا ہے، کون ہے تیرا بچانے والا، آپ ہمت کے میدان مین ذرا نہ چوکے اور متانت سے آسمان کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ وہ ہے میرا بچانے والا جس نے مجھے اور تجھے بنایا ہی، وہ جو میری اور تیری جان لیگا، وہ میرا محافظ، تو ہے کون، کچھ ایسا رعب اس پر یہ سنکر طاری ہوا کہ اس کا ہاتھ لرزش کھا گیا، اور تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی، آنحضرت صلعم نے فوراً پکڑ لی اور ویسے ہی ہاتھ مین اٹھا کر اس سے مخاطب ہو کے کہا، کہ اب تو بول، تیرا بچانے والا کون ہے، بیچارہ عاجز دبک کے سہم کے جہان کا جہان تھا وہین رہ گیا، اور آہستہ سے آنکھین نیچی کیے کہنے لگا، "اجی میرا محافظ یہان کون ہی" آنحضرت صلعم نے کہا، کہ "میرا بچانے والا وہی اللہ ہے، جس نے اپنے رسول کو بچایا ہی" "اشہد ان لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" اس کے علاوہ اور کوئی واقعہ اس جنگ مین پیش نہین آیا، نہ لڑائی ہی لڑی گئی، اور نہ کوئی مال و متاع ہی کسی کے ہاتھ لگا۔

جنگ احد

قریش جنگ بدر مین شکست کھا کر ایسے نادم و شرمندہ ہوئے تھے، کہ سر سامنے نہ اٹھا سکتے تھے، مگر اندر ہی اندر دن رات طیاریان مین لگے رہتے تھے، واپس مکہ جاتے ہی انھون نے

یہ ٹھان لی تھی، کہ بدلہ ضرور لینگے، ہر وقت غصہ سے دانت پیسا کرتے تھے، انتقام اون کی سرشت مین تھا، اور کینہ اونکی فطرت مین، سردار ابو سفیان کی بیوی ایک بڑی بدطینت عورت تھی، وہ ہر وقت اپنے خاوند کو اور اس کے ہم نشینون کو برا بھلا کہتی رہتی تھی، اور طعن و تشنیع کیا کرتی تھی، کہ اے بے غیرت لوگو میرے باپ اور بھائی تو مارے جاوین اور تم منھ دیکھا کرو، تم مردون سے تو ہم عورتین زیادہ مستعد ہین، اور ہم کو بدرجہا زیادہ غیرت ہی چلو، جو تم خائف مسلمانون سے ہو تو ہم تمھارے ساتھ چلین گے اور پہلو بہ پہلو لڑین گے، وہ اکثر اس طرح طیش دلاتی رہتی تھی، عورت کی یہ گفتگو سنکر مردون کے خون نے بھی جوش مارا، اور (۳۰۰۰) آدمی سامان حرب سے آراستہ اور نشہ جنگ سے ہوش و حواس باختہ مسلمانون کے چیرنے پھاڑنے کو نکل پڑے، اُدھر مسلمان بیچارے شامت کے مارے (۷۰۰) آدمی لیکر مقابلہ کو آئے، اور دامن اُحد مین آٹھہرے، رات دونون لشکر اپنی اپنی جگہ جم گئے، صبح ہوتے ہی دونون جانب سے دھاوا ہو گیا اور ایسی گھمسان کی لڑائی مچی کہ اپنے بیگانے کی خبر نہ رہی، جو جس کے ہاتھ چڑھا اس نے کاٹ ڈالا، اور پل کے پل مین کھیت کر دیا، حمزہؓ شہید ہو گئے، آنحضرت صلعم خود زخمی ہو گئے تیر و تلوار ہر دو کی چوٹ آئی، اور ایک شدید ضرب در دندان نے بھی کھائی، مسلمانون کا علم بردار بھی مارا گیا، اور انکی صفون مین شدت کا شور شرابہ مچ گیا، علم بردار کی شکل شباہت کچھ کچھ رسول اللہ صلعم سے ملتی جلتی تھی، اس کے مارے جانے پر یہ بھی خبر اڑ گئی کہ آپ شہید ہو گئے ہین، یہ خبر اڑنی تھی کہ تمام لشکر کا دل ٹوٹ گیا اور کھلبلی پچ گئی، مسلمانون کے پاؤن اکھڑ گئے، دشمن کی بن آئی اور مسلمان نقصان مین رہے کفار قریش نے اب اپنا منھ سیدھا مدینہ کو کر لیا، مگر فوراً ہی مسلمان بھی گھر پہنچ گئے

عمائد کفار کو اب علم بھی ہو گیا تھا، کہ آنحضرت صلعم حیات ہین، وہ علم بردار تھا جو شہید ہوا ہی،
اس سے وہ دل شکستہ ہو گئے، اور وہان سے نکلے، مکہ کی عورتون نے اس لڑائی مین بڑا
حصہ لیا، جنگ بدر کے مقتولون پر مرثیہ پڑھتی تھین اور لڑائی سے منہ موڑنے والون پر ترا
بولتی تھین، سردار ابو سفیان کی بیوی ہندہ بھی شریک تھی، ہندہ بڑی کینہ جو عورت تھی،
باپ اور بھائی کے قتل کا انتقام اس نے دل مین برابر رکھا، ایسی شتر کینہ تھی، کہ جب تک
اس نے حضرت حمزہؓ کی لاش کو ڈھونڈھ کر ان کا پیٹ چاک کر کے اور اونکا کلیجہ نکال کے
اپنے دانتون سے چبا نہ لیا، تب تک اس کا کلیجہ ٹھنڈا نہ ہوا، اور پھر اس ڈائن نے اس پر
بھی اکتفا نہ کی، ان کے کان اور ناک بھی کتر ڈالے، آنحضرت صلعم نے جب اپنے چچا کی نعش
کا یہ حال دیکھا تو سینے پر سانپ سا لوٹنے لگ گیا، آپ اگر چاہتے تو کفار قریش کی تمام
لاشون کا یہی حال کر دکھاتے مگر خدا کا رسول اور انتقام کا اصول، حریف سے بدلا لینا اور
دشمن سے کینہ نکالنا، یہ اس پاک سرشت اور نیک اصل سے بہت بعید تھا، دل پر بڑا
قلق پیدا ہوا، مگر برداشت کر گئے،

سردار حارث کا حملہ کرنا،

مسلمانون کو دم لینا کہان نصیب مین لکھا تھا، بمشکل چند ہی دن گذرے ہونگے،
کہ قبیلہ بنی المصطلق کا سردار چڑھ آیا، مگر مسلمان اس سے ایسے جان توڑ کر لڑے کہ اُسے
بھاگتے بنی، لوٹ کا مال جو ان کے ہاتھ چڑھا، اس مین دو سو نفر، ایک ہزار اونٹ،
اور پانچہزار بھیڑین تھین، ان نو گرفتاران بلا مین سردار کی بیٹی جویریہ بھی تھی، مال غنیمت کا
جو بٹا تو وہ لڑکی سپاہی بچہ کے ہاتھ آگئی، لڑکی بیچاری گھبرائی اور اس نے سپاہی سے بڑی منت

دزاری کی، آخراس نے اس بات پر راضی کر لیا کہ اگراس کو معقول رقم تاوان دیدیجائے
تو وہ اس لڑکی کی خلاصی کر دے گا، مگراب سوال تو یہ درپیش تھا، کہ کون یہ مالی امداد
دے، لڑکی کے بھاگ جو جاگے اوراس کی نیک ساعت جو آئی تو یہ خبر اڑتے اڑتے
رسول اللہ صلعم تک پہنچگئی، سپاہی سے حکماً آزاد کرانا تو خلاف آئین تھا، کیونکہ یہ مال
اس کا ہو چکا تھا، آپنے اپنی گرہ سے رقم تاوان سپاہی کو ادا کر دی، اور لڑکی کو آزاد کرادیا
اور ایک معتبر آدمی کے ساتھ اوس کو آپ نے ماں باپ کے پاس روانہ کر دیا، اتفاق
ایسا ہوا کہ ادھر تو اس کا روانہ ہونا تھا اور اُدھر جویریہ کا باپ بہت سا زر و جواہر لیکر
خود مدینہ آپہنچا کہ جو کچھ بھی آنحضرت صلعم منھ سے مانگیں نذر کروں اور اپنی بیٹی کی بند خلاصی
کراؤں، وہاں جو پہنچا اور اپنی بیٹی کی آزادی اور آنحضرت صلعم کی اپنی گرہ سے تاوان
کی ادائیگی کا حال جو سنا، تو حیران ہو گیا کہنے لگا، مسلمان کہاں اور یہ مرغوب اخلاق
کہاں، اسے کیا خبر تھی، کہ اسلام کی بنیاد خلق پر ہے، سردار اس واقعہ سے ایسا متاثر
ہوا کہ مع خویش واقارب مسلمان ہو گیا، ساتھ ہی اس نے یہ بھی عرض گذرانی کہ میری
بیٹی جویریہ کو آپ زوجیت میں قبول کریں، آپ ابھی سوچ بچار میں تھے کہ اسے کیا جواب
دیا جائے، کہ اتنے میں یہ بات اڑگئی اور لشکریوں تک پہنچ گئی، انھوں نے باہم ملکر یہ عہد
کر لیا، کہ اگر آنحضرت صلعم جویریہ کو زوجیت میں قبول کر لیں گے، تو ہم اپنے اپنے غلام
رہا کر دیں گے، وجہ یہ تھی کہ بڑی تعداد ان غلاموں کی جو اس جنگ میں اسیر ہوئے
تھے جویریہ کے قوم و قبیلہ کے لوگوں کی تھی اور نبی اللہ کی محبت اور ادب مانع تھا، کہ آپکی

منکوحہ کے رشتہ داران آپ کے لشکریون کے پاس غلام رہین، آنحضرت صلعم نے جب یہ سنا
کہ میری اس شادی سے ایک صد بندگانِ خدا بندگی کی بند سے آزاد ہوکر اپنا پیدائشی
حقِ آزادی پھر حاصل کر لین گے، تو آپ کو تجویز شادی منظور کر لینے مین ذرا بھی تامل نہ رہا،
نکاح جویریہ کا آنحضرت صلعم سے ہوگیا، رنگین مولا کے رنگ بھی عجب ہین کہان سردار
کی لڑکی سے کنیزک کیا اور کہان اب کنیزک سے کشور عالم کی ملکہ بنا کر بٹھا دیا،

جنگ خندق

ابوسفیان کو اب پہلی لڑائی سے ایک سال کا وقفہ مل چکا تھا اب اس نے اپنی تیاری
بہمہ وجوہ مکمل کر لی، اب کے وہ (۴۰۰۰) قریش اور (۶۰۰۰) یہود لیکر مدینہ پر چڑھ آیا،
مسلمان اتنا ٹڈی دل لشکر آتا سنکر گھبرا اُٹھے، لگے صلاح مشورہ کرنے اور تدبیر کے گھوڑے دوڑانے
مسلمانون مین ہر بشر کو یکسان اختیار اظہار رائے کا ہوا کرتا تھا، اور احمدی آئین کا بھی اُسوۂ
حسنہ تھا، ان مین ایک شخص سلمان فارسی موجود تھا، وہ کہنے لگا کہ ہماری جمعیت بہت قلیل ہی
اور ہم میدان مین نکلکر سامنے مقابلہ کی تاب نہین لا سکتے، اب ہمارے لیے سوائے اس کے کوئی
چارہ نہین کہ ہم کہین پناہ گزین ہو جائین، حریف کا لشکر عظیم الشان ہی اور ہم مسلمان بے
سروسامان ہین، اگر مدینہ مین مقابلہ ہو گیا، تو نہ صرف ہم ہی مارے جائین گے، بلکہ ہمارے بال بچے
بھی ساتھ ہی تباہ ہو جائین گے، جو میری سنو تو مدینہ کے نزدیک ہی جو پہاڑی سلع نام ہی، اسکے
دامن مین چل بیٹھو، اور اپنے سامنے ایک کھائی گہری کھود لو، پھر دیکھین گے جو اللہ کرے، آپ نے
یہ تجویز پسند کی اور سب نے آمین کہی، مسلمانون کو یہ اندیشہ بھی لگ رہا تھا کہ کفار کہین شہر مدینہ پر ہی
نہ حملہ آور ہو جائین، اسلیے انھون نے یہ پیش بندی کی، کہ اپنی عورتون اور بچون کو قلعون مین

بٹھا دیا اور ضروری سامان اون کے حوالہ کر دیا، کہ اُڑے وقت پر وہ شہر کی اور اپنی حفاظت
کر سکین اور آپ توکل باللہ تین ہزار (۳۰۰۰) آدمی کی جماعت لیکر دامنِ کوہ مین چلے آئے،
یہان پہنچتے ہی آنحضرت صلعم نے حکم دیا کہ فی الفور پانچ گز چوڑی اور پانچ ہی گز گہری خندق
کھودنی شروع کر دیجائے، اور جبتک کہ یہ ختم نہ ہوئے کوئی آرام نہ لے، جب آنحضرت صلعم خود
اپنے دست مبارک سے کھدائی کر رہے تھے تو سپاہ کا تو پھر کیا حال ہوگا، اِدھر ہاتھون مین
آبلے پڑ گئے، اور کھدائی کے لیے جھکے جھکے کمرین ٹوٹنے لگین، ادھر ہر ساعت غنیم کا ڈر دامنگیر
کہ پہنچا کہ پہنچا، اب آیا کہ آیا، غنیم بھی وہ دشمن جان جو دس ہزار جرار سپاہ لیے ہر ساز سے مہیّا
اور ہر سامان سے آراستہ برابر چڑھا آرہا ہو، اور بلا وجہ بلا عذر آمادۂ فساد ہو، نہ اُسے دھرم
کی ہو نہ ایمان کی، نہ خدا کی نہ خدا کے رسول کی بس دل مین اک حسد کی آگ رکھتا ہو اور سینہ
مین کینہ، ایسے بدشعار و بداندیش دشمن سے مقابلہ، خدا پناہ دے، ادھر بیچارے مسلمانون کا
یہ حال تھا، کہ نہ تو اِن کے پاس کافی سامانِ جنگ ہی تھا، اور نہ کھانے پینے کا کوئی رنگ ڈھنگ
اِدھر اپنی جان پہ بن آئی تھی، اُدھر مدینہ مین بال بچہ کی تباہی کا ڈر، مگر باوجود ان سب تکالیف کے
یہ خدا کی پیاری اور محمدؐ کے نام پہ واری سپاہ برابر ڈٹی رہی جبتک کہ خندق نہ طیار ہو گئی،
اتنے مین دشمن بھی اپنا لاؤ لشکر لیکر سر پہ چڑھ آیا، اور دونون لشکر خندق کے آر پار جم گئے،
تیر تفنگ دونون جانب سے چلتے رہے اور اینٹ پتھر سے دو دو یہ مقابلہ ہوتے رہے، مسلمانون
کو خندق نے بڑا کام دیا، خندق مین کوئی اترا نہین اور مسلمانون نے اوسکی سرکوبی تھوڑی سی
کی نہین، ایک تو اس خندق نے غنیم کے راستہ مین ایک بڑی کٹھن منزل ڈال رکھی تھی،

دوسرے مسلمانون کی خوش نصیبی سے قریش اور یہود مین باہمی تفرقہ پڑ گیا، اور ایک دوسرے
سے اعتبار اُٹھ گیا، دل دشمن کا تو اسی سے ٹوٹ گیا تھا، مگر اس پر اضافہ یہ بھی ہوگیا، کہ رات
کو زبردست آندھی چلی، اور ساتھ ہی بارش بھی گھٹا باندھ کے آپہنچی، ایسا موسلا دھار مینھ
برسا کہ ڈیرے خیمے غنیم کے سب اکھڑ گئے، اور سب سلسلہ درہم برہم ہوگیا، بدانتظامی تو آگے
ہی وہان موجود تھی بدنسقی اور بدتر ہوگئی اور دشمن کو بھاگتے بنی، سردار لشکر ابوسفیان
بھاگتون کا بھی سردار ہی رہا، جو بھاگتے دکھائی دیئے ان سب مین اول وہ تھا، مسلمان
خوشی خوشی گھر لوٹ آئے، اگرچہ مال و متاع ان کے ہاتھ کچھ نہ آیا، مگر جان بچی لاکھون پائے
عہد نامۂ حدیبیہ مسلمانون کو اپنے باپ دادا کا مسکن چھوڑے اب سالہا سال گذر چکے تھے، ان کے
دل مین اک درد وطن، اور محبت مکہ نے ان کے من کو آگھیرا، ساتھ ہی اونھین زیارتِ حرم
کا اشتیاق حد سے بڑھا جاتا تھا، مسلمان کہتے تھے، کہ یا اللہ یہ کیا ظلم ہے، کہ اور قومون کے
لوگ تو اپنے معبد کو جب چاہین بلا روک ٹوک آئین جائین، مگر ایک ہم ہین، جن پر نہ
صرف طوافِ کعبہ بند ہے، بلکہ مکہ معظمہ کا داخلہ بھی منع ہے، مسلمان اب بہت تنگ آ گئے اور
زیادہ زیادتی مکہ والون کی برداشت نہ کر سکے، انھون نے قطعی فیصلہ کر لیا، کہ خواہ کچھ
بھی ہو اب ہم ضرور زیارت کو جائین گے، اور طیاریان شروع کر دین، چنانچہ روز مقررہ
کو آنحضرت صلعم (۱۵۰۰) آدمی زیارت کے لیے ساتھ لے مکہ کے رخ روانہ ہو پڑے اور اپنے
ساتھ (۷۰) اونٹ بھی قربانی کے لیے لے لیے، یہ تمام لوگ نہتے تھے، آپ کا حکم تھا
کہ کوئی نام کا ہتھیار بھی ساتھ نہ لے جائے، مبادا مکہ والون کو ہم پر لڑائی کا شبہہ گذر

جائے، مگر وہ ایسے شکی تھے، کہ وہان کسی کے شک دلانے کی کوئی ضرورت ہی نہ تھی، انھون نے مسلمانون کا نام ہی سنا تو کمرین باندھ لین اور لڑائی کی ٹھان لی، آنحضرت صلعم مکہ سے ایک منزل ادھر ہی تھے، کہ کیفیت کفار کی آپ نے سن لی، اور وہین ٹھہر گئے، وہان سے ایک قاصد مکہ کو روانہ کیا، کہ اُن کو جا کے سمجھائے، کہ بھائی ہم کو غرض طواف سے ہے اور زیارت سے جو ہماری کوئی نیت لڑائی جھگڑے کی ہوتی، تو ہم احمق تھے کہ بغیر ہتھیار اور سامان کے ہم نہتھے چلے آتے، تم اپنا آدمی بھیجو اور تشفی کر لو، کہ ہمارا بیان یہ صحیح ہے یا غلط، مگر مکہ والے بھلا کہان ان باتون کو مانتے تھے، انھون نے ایک نہ سنی، اور یہی کہا، کہ ہمارے ساتھ پہلے باضابطہ عہدنامہ کرو، اور پھر ہم اندر آنے دینگے، چنانچہ باہمی شرائط تجویز ہوتی رہین، آخر فیصلہ مفصلہ ذیل شرطون پر ٹھہرا، کہ (۱) اس سال تو مسلمان واپس چلے جائین، البتہ اگر آئندہ سال آئین گے تو اجازت زیارت کی دیجائے گی، (۲) تین روز سے زیادہ مکہ مین قیام کرنے کی اجازت نہ ہو گی، (۳) اسلحہ ساتھ لانے کی سخت ممانعت ہو گی، (۴) اگر کوئی شخص مکہ والون کا بلا ان کی اجازت کے مسلمانون کی طرف چلا جائے گا تو مسلمانون کو اُسے فوڑا واپس کرنا ہو گا، لیکن اگر کوئی مسلمان بھاگ کر مکہ مین آجائے گا تو مکہ والون پر اوسکی واپسی فرض نہ ہو گی (۵) دس سال تک کوئی فریق ایک دوسرے پر حملہ نہ کرے گا، (۶) قریش مسلمانون کے ہم عہدون سے مزاحم نہ ہون گے، اور نہ قریش کے حلیفون سے مسلمان مزاحم ہون

مسلمانون کی بڑی تعداد اس امر کے خلاف تھی، کہ ایسے عہدنامہ پر دستخط کیے جائین

کیا تم کو شک ہے، کہ کوئی مسلمان ہم سے بھاگ کر وہان چلا جائے گا، سب یکزبان ہو کر کہنے لگے کہ نہین ہرگز نہین، تو آپنے فرمایا، اگر ان کا کوئی آدمی بھاگ کر ہمارے یہان چلا آئے تو وہ ہمارے کس کام کا ہے، ہم کو اسے پاس رکھنے کی کچھ ضرورت ہے؟ سب کہنے لگے، کوئی نہین، اس پر آپ نے فرمایا، تو پھر کیا ہرج ہے ان شرائط کے مان لینے مین؟ باقی شرائط پر ہم پہلے ہی سے کاربند ہین، ہتھیار نہ ہم لائے ہین اور نہ آئندہ لائینگے ہماری نیت صاف ہے، ہم صرف زیارتِ حرم کے لیے آئینگے، نہ کہ لڑائی کے لیے، ایسا ہی تین دن والی شرط مین بھی کچھ نقص نہین، ہمارے لیے تین پہر بھی کافی ہین، ہم مسلمان ہین، ہم شرارت پسند نہین کرتے، اگر یہ عہدنامہ نہ لکھا گیا، تو فساد بڑھے گا، اور نوبت لڑائی تک جا پہنچیگی، اے مسلمانو! خلقتِ خدا کا خون ہوگا، یہی مناسب ہے، کہ سب رضامندی اس پر ظاہر کرو، سبنے آمین کہی، رسول اللہ صلعم نے دستخط اپنے ثبت کر دیئے، اور مسلمان بلا زیارت بلا داخلۂ مکہ واپس مدینہ چلے آئے،

رسالت وسفارت

اب حجاز مین شجرِ اسلام جڑ پکڑ گیا تھا، اور یہ اندیشہ دل سے دور ہو گیا تھا کہ اسے قریش کی آندھی یا یہود کا طوفان کوئی نقصان پہنچا سکے، چونکہ یہ اطمینان قوی ہو چکا تھا اب آپ نے توجہ مبارک باہر کے ممالک کی طرف مبذول فرمائی، آپ اللہ کا پیغام لائے تھے، اسلیے یہ لازم تھا، کہ وہ پیغامبری کیجاتی اور پیغامِ الٰہی کی خبر ملک ملک پہنچائی جاتی اس حکم الٰہی کی تعمیل مین آپ نے دعوت اسلام کے خطوط عرب کے ارد گرد ممالک

مین شاہان وقت کو اپنے ایلچیون کی معرفت روانہ کئے، مراسلے سربمہر تھے، مہر پر "محمد رسول اللہ"
نقش تھا، آپ کے سفیر حبشہ، ایران، روم، شام اور مصر مین پیغمبری پروانہ لے کے پہنچے،
تحریر صاف تھی، اور نوشت دلیرانہ ایسی تھی جیسے کہ ایک نبی اللہ کے شایانِ شان ہو،
بھیجنے والا اس خط کا محمد جو خدا کا بندہ ہے اور خدا کا رسول ہے، بنام شاہ، ملک فلان،
والئ فلان، واضح ہو کہ سب خلقت خدا کی ہے، تم بندہ اس کے ہو، مین تم کو اوسکی طرف
راغب کرتا ہون، اس پر ایمان لاؤ اور عاقبت کا نفع اٹھاؤ"........
نجاشی بادشاہ حبشہ نے توجہ سے آنحضرت صلعم کی رسالت کا ذکر سنا تھا، تب ہی سے
اسلام قبول کر لیا تھا، مگر اب اوس نے علانیہ اپنا اسلام قبول کرنا سب کے سامنے تسلیم
کر لیا، شاہ روم نے بھی محمدی سفارت کی بڑی عزت کی اور تحفہ تحائف دیکر واپس کیا، دل
سے اسلام اوس نے بھی قبول کر لیا، مگر دائین بائین اوس کے عیسائی ہی عیسائی تھے
وہ یہ جرأت اس وقت نہ کر سکا کہ لوگون مین برملا اعلان کر دے، کیونکہ اُسے یہ اندیشہ
تھا کہ میرے مسلمان ہو جانے سے مبادا میری سلطنت مین فتور پڑ جائے، شاہ ایران
البتہ سفیر سے اچھی طرح پیش نہ آیا، مگر خدا نے اُسے جلدی ہی سزا بھی اسکی دیدی،
یہود اب پھر سر اٹھانے لگے، اور مسلمانون سے چھیڑ چھاڑ انھون نے شروع کر دی، جنگِ خیبر
یہان تک کہ اندر ہی اندر ایک بھاری لشکر کھڑا کرنے کا ساز و سامان انھون نے مہیا
کر لیا، اور سب انتظام مکمل کر لیا، ایسی چال چلے کہ مسلمانون کو پتہ ہی نہ لگا کہ کیا ساز باز
ادھر ہو رہا ہے، یہان تک کہ اس سازش مین چند قبیلے مکہ کے بھی شامل کر لیے،

اور یہ عہد کر لیا، کہ جو کچھ بھی ہو ایک دفعہ مسلمانون کا قلع قمع ضرور کیا جائے تاکہ یہ آئے دن کا خدشہ مٹ جائے، مگر اتفاق حسنہ ایسا پیش آیا کہ ان کو خبر لگ گئی کہ یہود تو ہماری بیخکنی کے درپے ہین، پس پھر تو کیا تھا مسلمانون نے پیش بندی کی اور (۱۴۰۰) آدمی کا لشکر ان کے قلعون پر چڑھ آیا اور یکے بعد دیگرے سب ہی تسخیر کر لیے، صرف ایک قلعہ خیبر رہ گیا، یہ ایک بڑی بھاری مرکزی پناہ غنیم کی تھی، یہودیون نے فصیل قلعہ کا دروازہ بند کر لیا اور اندر بیٹھ گئے، دونون لشکر اندر باہر جم گئے اور لڑائی کے لیے تلے رہے، کوئی ایک دوسرے کا اکیلا دکیلا آدمی جو ہاتھ چڑھ جاتا تو وہ بچ کے نہ جاتا، مگر ویسے آمنے سامنے نکل کے ہلّہ نہ ہوا، مسلمان چاہتے تھے کہ کہین یہ فیصلہ ہو اور ہم لوگ واپس گھرون کو جائین، مگر یہود اس طرح لڑائی لڑنے سے کتراتے تھے، اتنے مین حضرت علیؓ جو پہلے بسبب علالت طبع لشکر کے ساتھ نہ آسکے تھے، اب آملے، آنحضرت صلعم اونکو دیکھکر نہایت ہی خوش ہوئے، طبیعت علیؓ کی اگرچہ ابھی بدستور نادرست ہی تھی، مگر آپ کا رخ جو ادھر دیکھا تو اُنھون نے فوراً زرہ بکتر لگالی، ہتھیار باندھ لیے، تیر ترکش چڑھالی اور سرخ لباس پہن اللہ اکبر اللہ اکبر کہتے اترے میدان مین، جب علیؓ قلعہ کے دروازے کے نیچے پہنچے تو ادھر سے سردار قلعہ کا بھائی خود مقابلہ کو نکل آیا، اور حضرت علیؓ سے اوس کی مٹ بھیڑ ہو گئی، کچھ دیر تو وہ ڈٹا رہا، مگر آخر اوس نے ایسی منھ کی کھائی کہ اوسکی جان ہوا ہو گئی، اور قلعہ کے آگے لشکر کے سامنے ڈھیر ہو کر گر پڑا، سردار قلعہ نے جب بھائی کو اپنی آنکھون کے سامنے اس طرح لڑتا گرتا مرتا دیکھا، تو اوس کے

خون نے جوش مارا، چمک اٹھا، اور لشکر لیکر خود باہر نکل آکھڑا ہوا، اور للکارا، کہ آؤ، نکلو، حضرت علیؓ پھر بڑھے اور دونون بالمواجہہ جنگل مین نکل آئے، سردار بڑا قوی ہیکل جوان تھا، اس پر ایک تو نشہ سپہگری سر مین رکھتا تھا، دوسرے بھائی کے خون کا انتقام دل مین بڑی آن بان سے نکلا، اور دل توڑ کر مقابلہ کیا، مگر ادھر بھی شیر خدا تھے اور ہاتھ مین ذوالفقار، ایسی تلوار چلائی، کہ سردار مرحب کو سر سے پاؤن تک آرے کی طرح چیرتی پھاڑتی دو برابر ٹکڑون مین کاٹ گئی، بس یہ دیکھنا تھا، کہ مرحب کے لشکر کا دل ٹوٹ گیا، سب نے بھاگنے کی لی، اور دوڑ کر قلعہ مین داخل ہو دروازہ قلعہ بند کر لیا، ادھر سے حضرت علیؓ نے دھاوا بول دیا، مسلمانون نے بڑے زور شور سے تعاقب کیا، اور دروازہ قلعہ توڑ کے اندر جا گھسے، علیؓ نے بڑے نمایان جوہر اس جنگ مین دکھائے، اور بڑا نام پایا، دروازہ اُکھیڑ پھینکنے مین انھون نے وہ زور بازو دکھایا کہ تمام سپاہ دنگ ہو گئی، اور عش عش کرنے لگی، یہود نے اپنے فعل سے پشیمانی ظاہر کی اور معافی کی التجا کی، آنحضرت صلعم نے سب کو یک قلم معاف کر دیا، اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ جو مذہب تم کو بھلا معلوم ہوتا ہے اور جو دین تم کو تسلیِ قلب بخشتا ہے، اختیار کرو، اسلام کسی پر جبر نہین سکھاتا، اور نہ قرآن کسی پر سختی کی تعلیم دیتا ہے، مگر مین تم کو اتنا ضرور بتانا چاہتا ہون، کہ مین پیغمبرِ خدا ہون اور پیغامِ حق لایا ہون، اسے سنو، اور عاقبت کا نفع اُٹھاؤ، ذاتِ حق کو پہچانو اور یاد رکھو کہ اوس کا کوئی شریک نہین ہے، لاالہ الااللہ،

مالک الملک لاشریک لہٗ، | وحدہٗ لاالٰہ الا ہو،
عاشقان جان و دل نثار کنند | بر در لاالٰہ الا ہو
صوفیان گر بہشت می طلبند | ذکر شان لاالٰہ الا ہو
باغبان قدیم لم یزلی، | صفتش لاالٰہ الا ہو
طوق لعنت فگند بر ابلیس | حیرتش لاالٰہ الا ہو
مومنان را نعیم شد روزی | برکتش لاالٰہ الا ہو
خوش درختے است در میان جنان | میوہ اش لاالٰہ الا ہو
شمس تبریز اگر خدا طلبی، | خوش بخوان لاالٰہ الا ہو

زینب کا آنحضرت صلعم کو زہر دینا

خیبر کی لڑائی مین زینب نام ایک عورت کے چند ایک لواحق مارے گئے تھے، اس کے دل مین یہ غصہ بھرا تھا اور وہ دل ہی دل مین زہر اگلتی رہتی تھی، ایک دن اس نے موقع جو پایا، تو آپ کے کھانے مین زہر ملا دیا، جب آپ نے کھانا کھانا شروع کیا، اور ابھی ایک آدھ لقمہ ہی کھایا ہوگا، کہ ذائقہ بہت بدمزہ معلوم ہوا، آپنے ہاتھ کھانے سے اُٹھالیا، اور اصحاب کو بھی حکم دیدیا، کہ اسے کوئی نہ کھائے، جب تحقیقات کیگئی تو معلوم ہوا کہ اس مین زینب نے زہر ملا دیا تھا، زینب بلائی گئی اور اس سے دریافت کیا اس نے اقبال کر لیا، کہ مین نے زہر ضرور ملایا ہی، اور وجہ اس حرکت کی یہ بتائی، کہ مینے یہ سوچا تھا کہ اگر محمدؐ واقعی پیغمبر ہے، تو اسے زہر کا پتہ لگ جائے گا، اور اگر میرا وار چل گیا تو میرے بھائی بندون کے خون کا بدلا نکل آئے گا، آنحضرت صلعم نے جب یہ

اظہار زینب کا سنا تو اوسکی خطا در گذری اور قطعی معافی دیدی، اگرچہ اس زہر کا اثر تمام عمر آپ کے جسم مین موجود رہا اور بارہا شکایت تکلیف کی زبان پر لاتے، مگر زینب کو زبان سے اُف تک نہ کہتے،

ان ہی دنون مین آنحضرت صلعم نے ایک مراسلہ بادشاہ غسان کو لکھا، اور اسلام کی دعوت بھیجی، اس نے اسلام کا چرچا اور آپ کی رسالت کا تذکرہ پہلے بھی کچھ سنا تھا، سفیر پہنچنے پر زیادہ ہی متاثر ہوا، اور اسلام قبول کر لیا، حضرت عمرؓ کی خلافت کے زمانہ مین ایسا واقعہ پیش آیا، کہ اس بادشاہ نے اپنی شاہی کے نشہ مین اور طیش کی حالت مین ایک بیکس مسلمان کو ایک طمانچہ مار دیا، عمرؓ نے حکم دیا، کہ جبتک تو اسے راضی نہ کریگا، یہ گناہ تیری گردن پر رہیگا، اور تیرے ساتھ بھی ایسا سلوک کیا جا دیگا، جیسا کہ تو نے اس عاجز کے ساتھ کیا ہے، تو بیشک بادشاہ ہے مگر اسلام کی نگاہ مین تو مرتکب جرم ہے، اور قابل سزا ہی، بادشاہ بڑا جھنجلایا اور کہنے لگا کہ یہ اسلام بھی کیا غضب ڈھاتا ہی مین حاکم کیا ہوا، جو مجھے ایک طمانچہ مارنے کا اختیار بھی اپنی رعیت پر نہ ہوا، یہ عجب نوع کی مسلمانی ہی، کہ چھوٹے بڑے مین کوئی امتیاز ہی نہ رکھا جائے، اور حاکم و محکوم مین تفریق ہی اڑ جائے، عمرؓ نے کہا کہ اسلام اخلاق اور انصاف پر مبنی ہے، یہان شاہ و گدا کا درجہ اس لحاظ سے برابر ہے، بادشاہ بڑا گھبرایا، اور سوچنے لگا، کہ اب اگر مین مرتد ہو جاؤن، تب بھی خلاصی نہین اور جو مسلمان رہون تو یہ میری توقیر ہے، اب میرا کسی طرح چھٹکارا نہین، مین نے چھوڑا ان کا اسلام اور ساتھ ہی اپنی سلطنت کا انتظام، بھاگ کے ملک شام کو چلا گیا، روایت ہے، کہ موت سے پہلے پھر

شاہ غسان کا مسلمان ہونا

مسلمان ہوگیا،

عمرۃ القضار

اب عہدنامہ حدیبیہ لکھے سال ہوچکا تھا، مسلمان اس لیے زیارت کیلئے مکہ آئے، تین دن قیام کیا اور رسم رسوم بجالائے، مکہ زیارت کے لیے آنا مسلمانون کا ایک ایسا پیدائشی حق تھا، جیساکہ اور قومون اور قبیلون کا تھا، مگر مشرکان مکہ ایک غایت درجہ تندخو آدمی تھے اور ہر وقت جیل حجت پر تلے رہتے تھے، اور کوئی نہ کوئی بات سامنے رکھکر فتنہ او فساد برآمادہ ہوجاتے تھے، انحضرت صلعم نے اسے بڑا غنیمت سمجھا کہ بغیر لڑائی و خونریزی مسلمانون کو کعبہ کا منھ دیکھنا نصیب ہوا ہے، اس اظہار شکرگذاری کی خاطر آپ نے مکہ والون سے التجا کی کہ وہ ایکی ضیافت منظور کرین، آپنے سوچا، کہ اس سے ایک توآئیندہ راہ و رسم باہمی پسندیدہ ہوجائیگی علاوہ اس کے کئی طرح کے گلہ شکوے جو دلون مین ہون بھی جاتے رہین گے، مگر قریش کم ظرف، مہمان نوازی کا جواب انھون نے زبان درازی مین دیا، کہنے لگے کہ تین دن کی میعاد معہودہ گذر چکی ہے، آپ اب شہر سے باہر ہوجاؤ، انحضرت صلعم ذرا ملال خاطر یہ نہ لائے، فوراً شہر سے نکل آئے، اور باہر آکر خیمے ڈیرے لگائے، بعض اشخاص مکہ آپ کے یہ اوصاف حمیدہ اور صفات ستودہ دیکھکر بڑے گرویدہ ہوگئے، اور چند ایک نے اسلام بھی قبول کرلیا، خالد جو جنگ احد مین آپکے خون کے پیاسے تھے مشرف باسلام ہوگئے، عمرو بن العاص نے بھی بیعت کرلی، ان ہردو کا مسلمان ہوجانا ایک بڑی بھاری بات تھی، نہ صرف اس لیے کہ اسلام قبول کرنے سے بیشتر یہ بڑے مشہور و معروف شخص تھے، بلکہ مسلمان ہونے کے بعد انھون نے پہلے سے بھی بڑھکر شرف و عزت حاصل کی اور شہرت بھی ایسی کہ وہ اپنی مثال نہین رکھتی،

آنحضرت صلعم نے حاکم بصرہ کی طرف ایلچی روانہ کیا اور اس کام پر حارث کو مامور کیا، انکو راستہ مین اتفاق سے شجر بن عمر عیسائی مل گیا، یہ شخص قیصر کے دربار کے امیرون کبیرون سے تھا اُسے ایک تو گھمنڈ اپنی امارت کا تھا، دوسرا اولی عناد مسلمانون سے، جو ہین کہ مسلمانون کے ایلچی کو اوس نے اکیلا پایا، فوراً حکم اوس کے قتل کا دیدیا، اور اُسے مروا دیا، حارث کے بیگناہ بے تقصیر مارے جانے سے آپ کے دل پر بڑا صدمہ پہنچا، قطع نظر اس کے آپ اپنے ملک مین حاکم وقت تھے، قتل ایلچی کوئی معمولی بات نہ تھی، جو سرسری طور پر نظر انداز کیجا سکتی، اس وقت خاموش رہنے سے آپ کے اپنے انتظام مین بڑا رخنہ پڑتا تھا، اور ملک مین سخت بدامنی پھیلتی تھی، آپ نے بعد سوچ بچار کے یہ فیصلہ کیا، کہ دشمن کو سبق سکھایا جائے، اور اس کا ایسا انسداد کما حقہ کیا جائے کہ آیندہ کسی بے گناہ مسلم کی جان کا قصد نہ کرے، آپ نے حکم حملہ کا دیدیا، بس پھر تو کیا تھا، تین ہزار مسلم جرار اسلام کے نام پہ مرنے مارنے کو طیار گھر سے نکل پڑے، لشکر مخالف بھی دوسری طرف سے بڑھا آرہا تھا، موتہ پہ آکے مقابلہ ہوگیا، دونون طرفون نے اپنی اپنی صفین جمادین، تلوارین نیام سے کھینچ لین اور کشت وخون شروع ہوگیا، لڑائی ایسی لگی، کہ خون کی ندیان بہ نکلین، شجر بیل کا بھائی لڑتا لڑتا مارا گیا، مگر خود شجر بیل بھاگ گیا، سفیر کو مار دینا تو اس نے سہل سمجھا تھا، مگر اب جان بچانی اسے مشکل ہوگئی، دوڑ کر ایک قلعہ مین جا پناہ لی اور ہرقل سے مدد مانگی، ہرقل شاہ قسطنطنیہ کا باجگزار تھا، اس نے بڑی بھاری فوج مدد کو روانہ کی، ایک لاکھ عیسائی ایک طرف سے اور قریباً تین ہزار مسلم دوسری جانب سے، ایک دوسرے کے مقابلہ مین آمنے سامنے آکے ڈٹ گئے، اتنا بڑی دل لشکر دیکھکر مسلمان حواس باختہ ہوگئے،

کہنے لگے یا اللہ، ہم تو اب فتح سمجھ بیٹھے تھے، یہ کیا ہو گیا، ہمین اوٹے لینے کے دینے پڑ گئے، یہ بلا ہم پر
کہان سے آ نازل ہوئی، یا رسول اللہ تو پہنچ ہماری مدد کو، ہم تو برے پھنسے، اب بچنے کے نہین،
دشمن تو ہماری بوٹی بوٹی کاٹ کھائیگا اور ہم سے کوئی جیتا جی بچ کے نہ جائے گا، یا اللہ تو ہی آ
اور ہمارا بگڑا کام بنا، یہ گھبراہٹ مسلمانون پر طاری ہی تھی، کہ ایک شیر دل جس کا نام عبد اللہ
بن رواحہ تھا بول اوٹھا، کہ اے مسلمانو تمھین کیا ہو گیا ہے کیا تم آج کوئی نئے لڑنے کو نکلے
ہو، کہ غنیم کی سپاہ دیکھ کر تمھارے دل دہل رہے ہین، کیا تمھین یہ خبر نہین کہ دشمن کی طاقت
اوس کے لشکر پر ہے، مگر ہماری ہمت ہمارا ایمان ہے، ہمین شوقِ شہادت یہان لایا ہے
ہمارا اللہ اور نبی اللہ ہمارے ساتھ ہے، ہمین خوشی اسلام کے نام پر کٹ کے مرجانے
مین ہے، نہ کہ فتحیاب ہو کر گھر جانے مین، اے مسلمانو! اے بہادرو!! آؤ نکلو بڑھو
مارو، مرو اور شہادت کا نام پاؤ، بس اوس کا یہ کہنا تھا، کہ لشکر کے چارون جانب سے اللہ اکبر
اللہ اکبر کا نعرہ بلند ہو گیا، مسلمانون کے بجھے ہوئے دل پھر روشن ہو گئے اور دھرم کی آگ
اندر سلگ اٹھی، ہر مسلم کے من سے اسلام کے پریم کا ایک ایسا شعلہ نکلا کہ اوس کا تن بدن
اگن ہو گیا، علم بردار کا حکم دینا تھا کہ تین ہزار ایک لاکھ پر ٹوٹ پڑے اور انھین کاٹ
کاٹ کے کھیت کر دیا، ع

شکست و فتح نصیبون سے ہے وے ای امیر مقابلہ تو دلِ ناتوان نے خوب کیا

لڑائی ترازو کے تول تل گئی، جانبین سے جانبازون نے بڑھ بڑھ کے جانین دین، مگر
مسلمان تو ایسا دل توڑ کر لڑے، جیسے میدان سے بچ جانا ہی اون کیلئے گناہ تھا، دن بھر اونکے

دائین بائین اونکے ساتھی کتنے مرتے سسکتے دم دیتے رہے، اور یہ اپنی آنکھون دیکھا کئے مگر کیا
مجال کہ ان کا پاؤن جگہ سے ہلے، یا دل ٹھکانے سے ہٹے، ایسے ڈٹ کے جمے جیسے اعتقاد
اسلام ان کے دل پر جما ہوا تھا، عیسائی یہ حالت مسلم کی دیکھ ششدر و حیران رہ گئے، کہنے
لگے یہ لوگ انسان ہین یا کیا چیز ہین، یہ کس مٹی کی ساخت ہین، انکو ہوا کیا جارہا ہے، یہ کیون
مرنے پہ عاشق ہین، اور کیون جان سے اس قدر لاپرواہ ہین، ہمنے سمجھا تھا کہ آخر یہ کہانتک
لڑینگے، ایک کا علاج دو ہوتا ہے، یہ تین ہزار ہین اور ہم سو ہزار، ہم تو چور ہو گئے اس پر
بھی یہ وار پہ وار کئے جا رہے ہین، مسلمانون کی استقامت کا عقدہ عیسائیون سے حل نہ ہو سکا
نہ ان کی اسلام پر جان نثاری کا مسئلہ ان کے دماغ تک پہنچ سکا. وہ نئی روح جو
مسلمانون کے اندر پھونکی گئی تھی جو یہ صدقہ اور قربانی کرا رہی تھی، اسکے علم سے عیسائی
بالکل بے بہرہ تھے، اتنے مین شام کی آمد سے اندھیرا ہو گیا، اور لڑائی تھم گئی، رات کو مٹھی بھر
مسلمانون نے جو باقی رہ گئے تھے، یہ صلاح کی، کہ صبح ہوتے ہی پھر دھاوا بول دین
اور اسی میدان مین اپنے شہید ہمراہیون کے پہلو بہ پہلو شہادت حاصل کرین، عیسائی
ادھر باوجود اس قدر بھاری سپاہ کے کچھ ششش و پنج مین پڑے ہوئے تھے، کہ اب لڑین یا
پیچھے مڑین، اونکو اب یہ تو خوب ذہن نشین ہو گیا تھا کہ جب تک کوئی نام کا مسلمان بھی باقی ہے میدان
نہین دیگا، اس لیے وہ کچھ دل شکستہ سے رات بھر رہے، ادھر مسلمانون کے تین سپہ سالار مارے جا چکے تھے
اب چوتھے حضرت خالدؓ تھے، انھون نے علم لیتے ہی پہلا کام یہ کیا، کہ دوسری صبح تور کے تڑکے
اپنی تمام صفون کا رُخ الٹ دیا، لشکریون کو آگے پیچھے ہٹا، دائین بائین ہلا ایک نئی

شکل اور جدید صورت کا نقشہ بنا کے کھڑا کر دیا، تاکہ ایک تو دشمن کل کے تجربہ سے فائدہ نہ اٹھا سکے، دوئم لڑائی کا زور سب پر یکسان رہے، جو تھک کے چور ہو گئے ہین، انھین ذرا دم لینے کی فرصت بھی ہو جائے، دشمن نے جو ہین یہ نیا انتظام دیکھا سمجھا کہ کوئی کمک آگئی، دل تھوڑا تھوڑا ان کا پہلے ہی سے ہوا جا رہا تھا، اب بالکل ہی ٹوٹ گیا، بھاگ نکلے اور ایسے بھاگے کہ کہین قدم نہ ٹھہرے، میدان موتہ مسلم کے ہاتھ رہا، اور نصرت اسلام کے نام لکھی گئی،

لقب طیار سیف اللہ

جنگ موتہ مین رسول کریم عم نے علم اپنا حضرت زیدؓ کے ہاتھ مین دیا تھا، جب وہ لڑتے لڑتے دشمن کے لشکر مین جا گھسے اور وہین شہید ہو گئے تو پھر علم حضرت جعفر نے لیا، وہ بھی ایسے لڑے کہ کوئی کیا لڑے گا، پہلے تو ان کا گھوڑا زخمی ہو کے گر پڑا، پھر ان کا داہنا بازو کٹ گیا، بعدش بایان بھی اسی طرح کام آیا، آخر کو خود بھی شہید ہو گئے، آنحضرت صلعم نے جب یہ واقعہ سنا تو آپ کے آنسو نکل پڑے، آپ فرمانے لگے، کہ خیر ذات باری نے ان دو بازؤن کی جگہ جعفرؓ کو دو ایسے بازو جنت مین عطا کئے ہین کہ وہ اڑتے پھرتے ہین، اسی لیے اون کو طیار کہتے ہین، ان دونون سپہ سالارون کے گذر جانے کے بعد رسول اللہ صلعم کا نشان حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے لیا، وہ بھی شہید ہو گئے، یہ ہر سہ شہدا، آنحضرت صلعم نے خود تقرر کر کے بھیجے تھے کہ زید کی شہادت پر جعفر اور انکی شہادت پر عبداللہ نشان لے لین، ان تینون کے گذر جانے پر چونکہ سردار لشکر کوئی مقرر نہ تھا، سپاہ نے خود خالد کو بالاتفاق انتخاب کر لیا تھا، اور علم اونکے ہاتھ مین دیدیا تھا، اونکی ترکیب

و ترتیب ایسی احسن ثابت ہوئی، کہ غنیم کے ایک لاکھ دل سے اپنی مٹھی بھر فوج کو صاف بچالائے اسلئے آنحضرت صلعم نے اس صلہ مین ان کو سیف اللہ کا خطاب عطا کیا، حضرت زید وہی بیچارے بیکس غلام حضرت خدیجہؓ کے تھے، جنکو آنحضرت صلعم نے قبل از بعثت آزاد کیا تھا، اور حضرت جعفرؓ حضرت علیؓ کے بھائی تھے، جو اس گروہ کے سرگروہ تھے جن نے حبش مین ہجرت کی تھی،

خلاف ورزی شرائط عہدنامہ حدیبیہ

عہدنامہ حدیبیہ مین جو شرائط رقم کیگئی تھین منجملہ ان کے ایک یہ تھی، کہ قریش مسلمانون کے ہم عہدون سے نہ لڑین اور نہ اہلِ اسلام قریش کے طرفدارون سے کوئی فساد برپا کرین، اتفاق ایسا پیش آگیا کہ مکہ کے قرب و جوار مین دو قبیلے خزاعہ و بنی بکر رہا کرتے تھے، ان کا باہمی نزاع شروع ہوگیا، اور نوبت باینجا رسید، کہ آپس مین لڑائی شروع ہوگئی، خزاعہ آنحضرت صلعم سے اتحاد رکھتے تھے، اور بنی بکر قریش کے طرفدار تھے، اب چاہیئے تو یہ تھا، کہ دونون فریق اس تنازعہ مین نہ پڑتے، اور اپنے قول و قرار پر قائم رہتے، مگر قریش نے عہدنامہ کی تحریر پر جس کے وہ بڑے شائق اس وقت تھے پانی پھیر دیا، اور قبیلہ بنی بکر کو لڑائی مین ہر طرح سے مدد امداد دینی شروع کردی، معمولی مدد پر ہی اکتفا نہ کیا، بلکہ ان کے ساتھ شامل ہوکر قبیلہ خزاعہ کے خلاف میدانِ جنگ مین لڑائی بھی کی، اور عہدنامہ کی شرائط کو صریحاً توڑ دیا ۵

شرع و آئین پر مدار رہنین   ایسے کافر کا کیا کرے کوئی

جب یہ خلافِ ورزیِ شرائط قریش کی جانب سے عمل مین آئی تو خزاعہ نے اپنا قاصد

نبی اللہ کے پاس مدینہ بھیجا، اوس نے آ کے کہا، کہ ہم پر اب وقت آ بنا ہی، اور آپ کا اور ہمارا

اتحاد ہے، قریش نے اپنا اتحاد توڑ دیا ہے، اسلیے اب ہمارا مطالبہ آپ سے ہی، کہ آپ ہماری

مدد کرین، یہ آڑا وقت ہے، اگر آپ اس وقت ہمارے کام آئینگے تو ہم یہ نیکی آپ کی کبھی

نہ بھلائینگے، قاصد نے ساتھ ہی ایک اور بھی حرکت قریش کی بتائی، کہ یہ لوگ لڑتے لڑتے

حرم محترم کے اندر بھی جا گھسے ہین اور ان ناپاکون نے مقدس معبد کو خون سے آلودہ

کردیا ہی، بلکہ کئی شخص خانہ کعبہ کے اندر بھی مارے جا چکے ہین، حالانکہ یہ نیک رسم اور پاک

رواج حضرت ابراہیم کے وقت سے برابر چلا آتا تھا، کہ اگر کوئی شخص جرم کر کے بھی یہان

آ پناہ لے، تو وہ گرفتار نہین کیا جاتا تھا، اس قدر و منزلت و توقیر سے اس جگہ کو دیکھا

جاتا تھا، چہ جائیکہ یہ لوگ ایسی امن گاہ کو رزم گاہ بنالین اور وہان جاکے انسان کا خون بہائین ع

کافر کی دیکھو شوخی گھر مین خدا کے مارا

نبی اللہ نے فرمایا - کہ یہ لوگ اب حد سے بڑھ گئے ہین، اور اونکے گناہ کی ناؤ اب بھر چکی ہے، اس

قدر بیباکی اور اتنی بیحیائی کہ کعبہ مین جاکے یہ ایک دوسرے پر تلوارین گھسیٹین، آپ نے فرمایا

کہ یہ جگہ مرتد کے لیے نہین ہی، یہ مسلم کا معبد ہی، قاصد سے کہا، کہ "خلاف ورزی ضرور انھون

نے کی اور تم مستحق مدد کے ہو، اگر اب مین تمھاری مدد نہ کرون، تو اللہ تو میری مدد نہ کیجیو"

یہ کہا اور مکہ پر چڑھائی کا حکم دیدیا،

لشکر کا مکہ روانہ ہونا

نبی اللہ نے بنظر مصلحت یہ خبر مکہ والون سے خفیہ ہی رکھی، اور کوچ کا حکم دیدیا،

لشکر بڑی دھوم دھام اور آن بان سے نشان پیغمبری اٹھائے اور علم احمدی اڑاتے اسرپٹ

چلا آتا تھا، جہان جہان سے رسول اللہ صلعم کی سواری گذرتی، مسلمان ہمرکاب ہوتے چلے
جاتے، اور ہوں کیون نہ، یہ مکہ کی چڑھائی تھی، وہ مکہ جہان قریش مسلمانون کو غلامون سے بھی
بڑھکر کمتر و احقر سمجھتے تھے اور ہر وقت ان کو طعن و تشنیع کرتے تھے، وہ مکہ جہان طواف و
زیارت کیلئے ہر قوم و قبیلہ کے لوگ تو بلا اجازت آئین جائین، مگر مسلم وہان قدم رکھنے
کی اجازت نہ دیتے تھے، وہ مکہ جو سینکڑون ہزارون مسلمانون کے باپ دادا کا مسکن رہا ہو
مگر بجرم قبولیت اسلام مکہ والے انھین مار مار کر باہر نکال دیتے تھے، وہ مکہ جہان قریش
مسلمانون کو اس تقصیر مین کہ وہ رسول خدا کو گالیان فحش دیکر قریش کو خوش کیون نہین
کرتے، ننگا کر کے گرم ریت بچھا کے اوپر بھاری پتھر رکھکر جان سے ہلاک کر دیتے تھے، یہ وہی
مکہ ہے جسکی آج چڑھائی تھی، پھر بھلا کون ایسا مسلمان ہو جو اس مکہ پر دھاوا اسنے اور شامل
نہ ہو، جسکی رگون مین کچھ بھی غیرت کا خون باقی تھا، اٹھ کھڑا ہوا، جسے ذرا بھی ننگ اسلام تھا،
تیار ہو گیا، مکہ پہنچتے تک بارہ ہزار (۱۲۰۰۰) جوان سامان جنگ و حرب سے ہر طرح آراستہ نبی اللہ کے
جھنڈے تلے تیار اور اسلام کے نام پر جان نثار ساتھ شامل ہو گیا، مکہ کے نزدیک پہنچے پر
سب نے خیمے لگا دیئے اور ڈیرے ڈالدیئے، مکہ کے اردگرد گویا ایک نیا شہر آباد ہو گیا جہان
آنکھ پڑتی روشنی ہی روشنی دکھائی دیتی، اور جدھر نگاہ پڑتی آگ ہی آگ نظر آتی، یا تو مکہ والے
بے خبر خواب خرگوش مین سوئے پڑے تھے، یا اب یکایک چونک اٹھے، پتہ انھین تب ہی
لگا جب سب مکہ گھر گیا، اور چھوٹا بڑا سب ناکہ بند ہو گیا، مکہ والے کسی کا یہ بلند اقبال
اور اس کا یہ حسن انتظام دیکھ جہان کے جہان تھے وہین رہ گئے، ایک دوسرے کی

طرف ششدر وحیران ہو دیکھتے تھے اور کہتے تھے، کہ یہ کیا ہونے لگا ہی، انھین خیال تو گذرتا

ہوگا، کہ کبھی وہ بھی دن تھا، جب ہم اس شخص کے دماغ کا خلل دور کرنے کے لیے اور

اس کے سر سے جن نکالنے کے لیے ماندری دکاہن بلانے کی تجویزین کیا کرتے تھے، یا آج

یہ دن ہے کہ یہ ہماری سرکوبی کے لیے (۱۲۰۰۰) سپاہ کیساتھ دروازہ پہ ڈٹا ہے،

ابوسفیان کا مسلمان ہونا

لوگ تو جتنا بھی گھبرائین بجا تھا، کیونکہ یہ بات ہی گھبراہٹ والی تھی، مگر سردار ابوسفیان کے بھی ہاتھ پاؤن پھول گئے، بھلا اب کرے بھی تو کیا، اور جائے تو کہان جائے، نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن، ادھر ادھر بھاگتا پھرتا تھا، جیسے کوئی بھولا بھٹکا مسافر منزل سے دور تھکاوٹ سے چورمارا مارا پھرتا ہے، اور اسے کوئی راہبر نہین ملتا، اسی عالم مین سرگردان وہ ذرا شہر سے باہر نکلا، کہ مین ذرا اپنی آنکھون سے جا دیکھون تو سہی، کہ یہ کس قدر جمعیت ہی، جو ہماری تباہی کو آموجود ہوئی ہی، آخر کوئی صورت بھی ایسی ہی، جس سے یہ بلا ٹل جائے، اور ہماری جان بچ جائے، ایسا اتفاق پیش آیا، کہ حضرت عباسؓ سے جو لشکر کے ساتھ تھے، ابوسفیان ملاقی ہوگیا، اور بڑی منت وزاری سے استدعا کرنے لگا، کہ اگر آپ سے کچھ ہوسکتا ہے تو ہمارے لیے اس وقت کرو، ورنہ ہم لوگ برباد ہوجائین گے، اور مکہ کی اینٹ سے اینٹ بج جائیگی، عباسؓ نے کہا کہ تم اللہ پر بھروسا رکھو، اوس پر ایمان لاؤ، اور ان بتون سے اپنی جان چھڑاؤ، چلو مین تمھین رسول اللہ صلعم کے حضور مین لے چلتا ہون، وہ تمھاری عقدہ کشائی کرین گے، اور تمھاری قوم کی مشکل حل کرین گے؟ میرے ساتھ آؤ، مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تیرے لئے

امان چاہون گا، یہ بات چیت ہو رہی تھی کہ حضرت عمرؓ نے دیکھ لیا، دیکھتے ہی آگ بگولا ہو گئے، اور شمشیر برہنہ لئے ابوسفیان کا سر کاٹنے کو دوڑے، کہ یہ کافر یہان کدھر سے آگیا ہے، حضرت عباسؓ نے جو یہ رنگ بگڑا اس طرح دیکھا، تو وہ رسول کریمؐ کی جناب مین بھاگے گئے، اور جا کے وہان عرض کی معروض کی، اور ابوسفیان کی جان بخشی کرا کر آ عمرؓ کو اطلاع دی، ورنہ انھون نے تو ٹھان لی تھی، کہ یہ شخص گردن زدنی ہے، ابوسفیان کی جب جان بچی اور امان ملی تو وہ حضور مین حاضر ہوا اور آپ کے مشرف باسلام ہو گیا،

نہ کہین جہان مین امان ملی جو ملی تو پھر وہ کہان ملی مرے جرمہائے سیاہ کو ترے عفو بندہ نواز مین

نبی اللہ نے اپنے سردارون اور ابوسفیان سے بات چیت کے بعد یہ حکم دیدیا کہ اس جنگ مین تین کس کا قتل مسلمانون پر روا نہ ہوگا، اول اوسکا جو خانہ کعبہ مین داخل ہو جائے، دویم اس کا جو اپنا گھر چھوڑ کر مقابلہ کو سامنے نہ نکلے، سویم اوس کا جو ابوسفیان کے گھر جا پناہ لے، اس سے ابوسفیان کی عزت و حرمت نہ صرف مسلمانون مین بڑھ گئی، بلکہ اوسکی جاہ و منزلت مکہ والون مین بھی بدرجہا زیادہ ہو گئی، نبی اللہ نے یہ بھی حکم دیدیا، کہ جب لشکر کا کوچ ہو، تو ابوسفیان کو ایک اونچی جگہ بٹھا دیا جائے، تاکہ وہ کل نظارہ بچشم خود دیکھ سکے، اور مکہ والون پر حقیقت حال عیان کر سکے، تاکہ خلق خدا کا ناحق خون بچ جائے، چنانچہ بہ تعمیل فرمان اسے بلند جگہ پر چڑھا کر بٹھا دیا گیا، ابوسفیان لشکر کی عظمت دیکھکر عباس سے کہنے لگا کہ "تمھارے بھتیجے کو تو بڑی بادشاہی ملی ہے" انھون نے کہا "یہ بادشاہی نہین ہے، یہ دبدبہ پیغمبری ہے"۔

ابوسفیان کا واپس مکہ جانا اور انکو سمجھانا،

ابوسفیان نے نبی اللہ سے درخواست کی، کہ مجھے واپس جانے کی اجازت دیجاے،
تاکہ قبل اُس کے لشکر وارد مکہ ہو، مین وہان پہنچ جاؤن، اور مکہ والون کو راہ راست
پر لانے کی کوشش کرون، ایسا نہ ہو، کہ کہین وہ احمق مقابلہ شروع کر دین اور اپنی جانین
ناحق تلف کرالین، ابوسفیان اجازت حاصل کر کے مکہ چلا آیا، اور کعبہ مین کھڑا ہو کے بلند
آواز سے کہنے لگا، کہ اے مکہ والو، ذرا میری بات غور سے سنو، وقت نازک ہی، توجہ سے
سنو، مین ابھی مسلمانون کے لشکر سے آرہا ہون، اور تمھین ایک نصیحت کرنا چاہتا ہون امید
ہے، کہ تم پوری پوری توجہ سے اسے سنوگے، اے مکہ والو! ہٹ دھرمی اور چیز ہے، استقلال
اور شے ہے، تم ضد نہ کرو، اور میری سنو، تم مطلقاً اس لشکر کا مقابلہ نہین کر سکتے، مین سب
دیکھ بھال آیا ہون، اسلیے تمھاری تمام کوشش مقابلہ کے لیے بے سود ہے اور محض
لاحاصل ہے، تمہارا سب کچھ رائیگان جائے گا، اور تمہین ہاتھ بھی کچھ نہین آئیگا،
لشکر کی عظمت کا اندازہ اور فوج کے انتظام کی خوبی مجھ سے بڑھ کر تو تم نہین دیکھ سکتے،
مین سب کچھ ان آنکھون مشاہدہ کر آیا ہون، اور سبھی کچھ دیکھ بھال آیا ہون، میری سنو تو
لڑائی کا وہم وگمان بھی نہ کرو، سچ پوچھو تو اب نجات ایک ہی بات مین ہے جو سلامتی
اپنی اور حیاتی اپنے بال بچہ کی چاہتے ہو، تو خدائے واحد پر ایمان لاؤ، اور ان بتون
سے اپنی جان چھڑاؤ، ہم پر یہ سب عذاب اور تمام عتاب ان کا لایا ہوا ہے، انھون
نے کب کسی سے وفا کی، چھوڑو ان کو، جو یہ ہم سے چھوٹ جائین، تو یقین جانو کہ
ہم دنیا کے دکھون سے چھوٹ جائین، اے مکہ والو! اب یہ لشکر چڑھا آرہا ہی، یہ لشکر

خدا کا ہے، اسے خدا کے گھر سے آج بت نکال دیتے ہین، یہ خدا کا گھر ہے، نہ کہ بتون کا،
ہم سب بندے خدا کے ہین، اور محمد رسول خدا کا ہے، اے میرے بھائی بندو! گوش ہوش
سے میری ندا سنو، خدائی لشکر پہنچا کہ پہنچا، بس گھڑی ہے کہ پل، جس کسی کو پناہ لینی ہو
یا خانۂ کعبہ مین ٹھہرے، یا اپنے ہی گھر کے اندر رہے، یا میری زیر پناہ آجائے، ورنہ
مارے جاؤگے اور پچھتاؤگے، اے مکہ والو! مجھے اللہ نے اپنا نور عطا کیا ہے، اور محمد صلعم
نے مجھے مسلمان کر لیا ہے . . . .

ابوسفیان کی بیوی کا اسکو ذلیل کرنا

یہ ابھی وہ کہہ ہی رہا تھا کہ اوسکی بیوی ہندہ، وہی بد باطن ہندہ جس نے حمزہ رض
کا کلیجہ نکالکر چبایا تھا، سامنے نکل آئی، خاوند سے کہنے لگی، اے بے غیرت! تو تو اپنے
باپ دادا کا مذہب ملت ترک کر بیٹھا ہے، اب ہمین بے دین کس لیے کرتا ہے، ادھر
ہمارے اور ہمارے بتون کے سر پہ آبنی ہے، ادھر تو نے ایک نئی آفت لا ڈھائی ہے،
اے قوم فروش! یہ اتفاق کا وقت تھا، کہ باہمی ملکر اتحاد سے غنیم کا مقابلہ کرتے، اے بے ایمان
اور ادھرم انسان! تو تو مخبر ہے محمد کا، تو تو جاسوس ہے دشمن کا، اے مکہ والو! کہان ہے
تمہاری قوم کی غیرت اور کدھر ہے تمہارے دھرم کی لاج، آؤ بڑھو، پکڑو، مارو، اسے
جانے نہ دو، اسے سنگسار کرو،

فتح مکہ

ایسا طوفان بے تمیزی مچا کہ لوگ اوسکی بوٹی بوٹی کاٹ کھانے کو تھے، کہ یکایک
ادھر شور اٹھا، کہ محمدی لشکر دروازہ پر آگیا، سب کو اپنی اپنی پڑ گئی، جدھر جس کا منھ
اٹھا پناہ کے لیے دوڑا، گھڑی پل مین تمام منتشر ہو گئے، اور اپنے اپنے ٹھکانے

جا پناہ گزین ہوئے، لشکر کی حالت یہ تھی، کہ علم فوج کا شیر بر خالدؓ کے ہاتھ مین تھا بنی اللہ
خود قصوا اونٹنی پر سوار تھے، اور سیاہ لباس زیب تن کئے تھے، داہین بائین آپکے بارہ
ہزار مہاجرہ و انصار تلوارین الف کئے، نیزے ہلاتے، نشان اڑاتے اسلام کے نام
پہ جان نثار اور آنحضرت صلعم کی الفت مین سرشار برابر بڑھے چلے آتے تھے، اور تکبیر
(اللہ اکبر) اور تہلیل (لاالہ الااللہ) کے نعرے چارون طرف سے بلند کئے جاتے تھے،
اب لشکر مین عین دروازون پہ پہنچ گیا، اور بلا روک ٹوک سیدھا شہر مین داخل
ہو گیا، البتہ اوس نامی جاہل ابو جہل کا بیٹا عکرمہ جہالت کئے بغیر نہ رہ سکا، ایسے
اجہل سے بھلا اس کے سوائے اور توقع بھی کیا ہو سکتی تھی، اس نے کیا کیا، کہ کچھ
اوباش و بدمعاش شہر کے اور کچھ بچے لنگاڑے ارد گرد کے اکٹھے کر لیے، اور ایک گروہ
بنا کے، ایک گھات مین آبیٹھا، جب خالدؓ وہان سے گذرے، تو اس نے تیر چلانے
شروع کر دیئے، معمولی سی مٹ بھیڑ ہوئی، تین مسلمان اور تیس مشرک مارے گئے،
ابو جہل کا بیٹا اپنی جہالت کا نمونہ دکھا کے بھاگ گیا، اور یہی اس سے امید تھی،
علاوہ برین کچھ عورتین بھی ایک جگہ جمع ہو گئین، انھون نے اپنے سر کے بال کھول دیئے
اور کپڑا سر سے اتار کر گھوڑون کے منھ پہ مارنا شروع کر دیا، غالباً اس خیال سے کہ
گھوڑے بھڑکین، مگر یہ سب گیدڑ بھبکیان ہی تھین، لشکر خدائی شہر مین داخل ہو چکا
تھا، اور رسول خدا صلعم خانہ کعبہ بھی پہنچ چکے تھے، اب باقی رکھا ہی کیا تھا، بنی اللہ
نے سات دفعہ خانہ کعبہ کا طواف کیا، اور پھر حرم محترم مین داخل ہوئے، (۳۶۰) بت اور

تصاویر وہان اندر موجود تھین، آپنے اپنے دست مبارک سے ہر ایک بت کو چور چور کیا، اور تصویرون کو جو دیوارون پر نقش تھین دھلوایا، سب سے بڑا بت ہبل تھا جس کے روبرو ہر مصیبت مین مصیبت زدہ جا سرنگون ہوتے تھے، اور جس کے حضور مین جا کے منہ کی مرادین مانگتے تھے، یہ بت بہت اونچائی پر تھا، نبی اللہ نے حضرت علیؓ کو اوپر چڑھایا اور ان سے اس مورتی کو چکنا چور کرایا، جب آپ کسی بت کے قریب اسے توڑنے کیلیے جاتے تھے، تو ہر دفعہ یہ کلمہ کہتے تھے: "حق آیا اور جھوٹ گیا"، "حق آیا اور جھوٹ گیا" جب یہ سب غلاظت دھوئی گئی، اور خدا کے گھر سے بتون کی صفائی ہوگئی تو آپنے پھر شہر کی طرف رخ کیا، آدمی شہر مین شاید ہی کوئی ایسا ہوگا جس نے آنحضرت صلعم کے ساتھ کبھی نہ کبھی گستاخی نہ کی ہو، یا طعنہ نہ مارا ہو، یا آپ کو ذلیل و رسوا نہ کیا ہو، یا آپ پر اینٹ پتھر نہ چلایا ہو، یا اور کسی نہ کسی طریقہ سے اپنا منھ نہ کالا کرایا ہو، مگر آج حساب کتاب کا دن تھا، ہر بشر خائف تھا، کہ میری خیر نہین، جو جو جس نے کیا تھا، وہ اسکی آنکھون کے سامنے پھر رہا تھا از ماست کہ بر ماست، کردہ خویش آمدہ پیش، جہان دیکھو سہمگین آنکھ ہی نگاہ پڑتی تھی، ہر منھ پر مردنی چھائی تھی، اور ہر بشر کے سامنے اوس کی موت مجسم کھڑی تھی،

ترحم اے رسولِ سرور پاک — بجان افتادہ ام بردار از خاک
سیہ روزم سیہ کارم سیہ دل — ز آب لطف خود بر شوے این دل
کسے جز تو نباشد دستگیرم — مرا مگذار تا اعمے نمیرم

آنحضرت صلعم شہر کے اندر پہنچکر لوگون سے مخاطب ہو کے کہنے لگے، کہ اے

پیغمبری رحمت

قریش! آج انتقام کا دن نہین ہے، آج روز رحمت ہی، جو جو حرکت تم سے کسی نے میرے ساتھ یا میری امت کے کسی آدمی کے ساتھ شرافت سے دور یا اخلاق سے بعید کی ہے، ہم نے اسے بھلا دیا، تم بھی اب اسے خاطر پہ نہ لاؤ، اے قریش! "جاؤ مین نے تم کو آزاد کر دیا" آیندہ ہر بدی سے پرہیز کرو، اور خدا سے مدد مانگو اور اعلان عام کر دیا، کہ کوئی مسلم کسی مشرک سے کوئی چھیڑ چھاڑ کسی قسم کی نہ کرے، یا تو مکہ ماتم کدہ بنا ہوا تھا، یا اب گھر گھر شادیانے بجنے لگے، یکایک سب کے چہرون پر گئی گذری رونق پھر نمودار ہوئی اور خوشی اور شادی نے انھین پھر اپنی شکل دکھائی یہ دریا دلی اور فراخ حوصلگی پیغمبر کی دیکھکر لوگ فریفتہ ہوتے جاتے تھے، اور بار بار یہی زبان پہ لاتے تھے کہ ہم لوگ تو اتنی دیر بھولے ہی رہے، ہمین کیا علم تھا کہ محمدؐ مجسم مرحمت ہے،

ابو جہل کے بیٹے کو معافی

عکرمہ بن ابو جہل تو بھاگ گیا تھا، اوسکی بیوی ہہین تھی، سرکار مین حاضر ہوئی اور خاوند کی جان بخشی کی درخواست کی، یہ عکرمہ فتح مکہ والے روز بھی شرارت کئے بغیر نہین رہ سکا تھا، تین مسلم اور تیس اپنی طرف کے قتل کرا کے روپوش ہو گیا تھا، علاوہ برین دونون باپ بیٹا عمر بھر ان ہی ریشہ دوانیون مین ہمہ تن مصروف رہے، کہ رسول اللہ صلعم کا سر کس طرح کاٹا جائے، اور سو اونٹ اور ہزار سکہ چاندی انعام آپ کے سر قلم کرنے کے لیے رکھنا بھی اسی اجہل خاندان کے جاہلون کا کام تھا، مگر آنحضرت صلعم نے سب کچھ یک قلم بھلا دیا اور معاف کر دیا جب

عکرمہ کی بیوی اور مان برقع پوش عکرمہ کو ساتھ کے جناب مین حاضر ہوئین، تو آپ ایسی التفات وارتباط سے پیش آئے، کہ جیسے کوئی بچھڑا دوست ملتا ہے، عکرمہ نے آخر بعیت بھی کرلی اور مسلمان ہوگیا ساتھ ہی مان اور بیوی بھی مسلمان ہوگیئن،

اپنی دختر کے قاتل کو معافی

ایک بدکردار بنام ہبار تھا، اس نے نبی اللہ کی دختر نیک اختر حضرت زینبؓ کو جب وہ حاملہ تھین اور مدینہ جارہی تھین بڑی بے رحمی سے پتھر مارے تھے، اونٹ سے گرادیا تھا، ان کو بڑی چوٹ آئی، اور سخت تکلیف پہنچی تھی، اسی صدمہ سے انکا حمل ساقط ہوگیا، یہ ہبار ناہنجار بھی دربار مین حاضر ہوا، اور دست بستہ معافی چاہی، نبی اللہ نے معاف کردیا،

شاعر کعب بن زہیر کو معافی

ایسا ہی ایک شخص کعب بن زہیر ایک عجیب فتنہ پردار تھا، خدا کی شان بڑا قابل شاعر تھا اور خوب ذہن رسا رکھتا تھا، مگر اوسکی تمام ذہانت آنحضرت صلعم کی ہجو لکھنے مین خرچ ہوا کرتی تھی، صد لعنت وپھٹکار برین ذہن رسارا، اس شخص کے زور قلم سے مسلمانون کو اتنا نقصان پہنچا، جتنا ہزار کفار کے زور بازو سے نہ پہنچا ہوگا، اب یہ ایک قصیدہ لکھکر لایا، مدعا معافی تھا، آپ نے معاف کردیا،

حبشی وحشی کو معافی

ایک شخص حبشی بلا کا وحشی تھا، یہ وہی سیاہ شکل وسیاہ دل تھا، جس نے حضرت حمزہؓ کو قتل کیا تھا، جو آنحضرت صلعم کے چچا تھے، اس نے بھی سرکار مین حاضر ہوکے اپنی حرکت سے پشیمانی ظاہر کی، آپ نے اسے معاف کردیا، حبشی کہا کرتا تھا کہ کفر مین جس

طرح خیر الناس حمزہؓ میرے ہاتھ سے مارے گئے تھے، اسی طرح اسلام مین شر الناس مسیلمہ کذاب میرے ہاتھ سے فی النار ہوا ہے، یہ کذاب وہی شخص ہے جس نے دعوی پیغمبری کیا تھا

سردار ابوسفیان کی بیوی ہندہ کو معافی

اب آئی وہ کینہ سے بھری، اور ڈاہ دکپٹ والی ہندہ، جنگ احد بھی اپنے خاوند کو طعن وتشنہ کر کے اسی نے کرائی، اس پر قناعت نہ کر کے خود لڑائی مین گئی، اور نبی اللہ کے چچا حضرت حمزہؓ کی لاش پہ چڑھکر اوپر بیٹھ گئی، اونکی ناک اور کان اسی بدنے خود کتر ڈالا اور ڈائن نے ان کا کلیجہ نکال کر اپنے منھ سے چبایا، پھر اس عورت نے فتح مکہ والے روز اپنے خاوند کی داڑھی پکڑ کے اسے خوب مارا پیٹا اور گھسیٹا، اور یہ صرف اس تقصیر مین کہ اس نے اسلام کیون قبول کیا، بااینہمہ آنحضرت صلعم نے اسے بھی معاف کر دیا،

سبحان اللہ کیا ٹھکانا دریائے رحمت کی طغیانی کا تھا، ہر غلاظت وعفونت گناہ کی آکے بہالے گیا، رسول اللہ صلعم نے اپنے قتل کے قصد کرنے والون کو اپنی نور چشم کے قاتلون، اپنے چچا کے کلیجہ کھانے والون کو معافی دیدی، اور قطعی معافی، قتل عام تو ہمنے بہت سنے ہین، مگر قاتلون کو معافی عام کہین نہ سنی، جو عقل سے پوچھو تو وہ تو اب بھی نہ مانے کہ ایک بندہ بندگان خدا پہ اتنا رحم وفضل کر سکتا ہے، مگر اس بیچاری بھولی بھٹکی عقل کو اس ایک کی کیا خبر ہے، وہ ایک رسول خدا ہے، وہ ایک رحمت کا دریا ہے نہ اسے کینہ سے کام ہے نہ انتقام سے غرض، وہ رحم کا چشمہ اور محبت کا منبع ہے، وہ ذات کبریا ہے، وہ حبیب خدا ہے

یارسول اللہ حبیب خالق یکتا توئی — برگزیدہ ذو الجلال پاک بے ہمتا توئی
نازنین حضرت حق صدر بدر کائنات — نور چشم انبیا چشم وچراغ ما توئی

یارسول اللہ تو دانی امتانت عاجز اند — عاجزان را راہنما و جملہ را ماوا تو ئی

سفارش چور کے لئے نامنظور کرنا

ان ہی ایام مین ایک اچھے گھرانے کی بڑی متمول عورت چوری جرم مین گرفتار ہو گئی جرم ثابت ہو گیا، اور مطابق قانون وقت اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیدیا گیا، عورت بڑے رسوخ والی تھی، بڑے بڑے لوگ سفارشی آئے، اور آکے عرض کی، کہ اسکا پیشہ چوری نہین ہی، نہ اسے کسی چیز کی پرواہ ہی پڑی ہی، مگر یہ فعل شامت اعمال سے کر بیٹھی ہے، آپ اسے معافی دین، اس پر رحم کرین، آپ نے فرمایا کہ امیر و غریب کے ساتھ اللہ کے حدود مساوی ہین، پہلی امتون مین اسی سے تو خرابی واقع ہوئی ہی، کہ لوگون نے غریبون کے لیئے ہی تمام قاعدے نافذ کیے، اور اونچے لوگون کے لیے کوئی قید نہ رکھی، قسم اس خدا کی جس کے ید قدرت مین محمدؐ کی جان ہی، کہ اگر محمدؐ کی لڑکی فاطمہؓ بھی چوری کرے، تو اس کا ہاتھ بھی اسی طرح کاٹا جاویگا، جسطرح اس چور کا مجھ سے یہ توقع ہرگز نہ رکھنی چاہیئے کہ مین امیرون کیلئے ایک علیحدہ قانون بناؤنگا، اور غریبون کے لیے علیحدہ، مجھے ہر دو آنکھین برابر ہین، سفارشی اپنا سا منھ لیکر چلے گئے،

واقعہ کوہ صفا

تبلیغ حق کا آپ کو ہر وقت اور ہر ساعت خیال رہتا تھا، آپنے ایک دن ایسا کیا کہ کوہِ صفا پر تشریف لے گئے، وہان جاکے مکہ والون کو اور قرب و جوار کے قبیلون کو بھی بلایا اور بڑی راہ و رغبت سے بٹھایا اور پیغام حق انھین سنایا، آپنے اُن سے فرمایا کہ اے لوگو! اگر تم خدا پر ایمان لاؤگے تو نفع پاؤ گے، ورنہ عاقبت کو پچھتاؤ گے، تم کو واضح ہو کہ اِس خاطر کہ تم مسلمان ہو جاؤ، تم پر کوئی کسی طرح کا جبر و تشدد نہین کیا جائے گا،

نہ کسی قسم کی سختی روا رکھی جائیگی، مگر جتانا اور راہ مستقیم بتانا میرا فرض عین ہی کیونکہ میں پیغمبر خدا ہون اور خدا سے تمھارے لیے یہ پیغام لایا ہون، مجھے اپنا فرض ادا کرنا ہے، اور تمھین اسلام کا راستہ بتانا ہے، اب اس پر چلو یا نہ چلو یہ تمھارا کام ہے، اے لوگو جواب دہی تمہاری ہوگی، باز پرس تم سے ہوگی، یہ سوچ لو اور پھر غور کرلو کہ تم مٹی کے بت پوجوگے یا خلقت کے خالق کی پرستش کروگے، اے لوگو! اپنا فائدہ نقصان خود دیکھ لو، اگر تم نے اب نہ دیکھا، تو پھر کب دیکھوگے،

وہ فخر عرب زیب محراب و منبر — تمام اہل مکہ کو ہمراہ لیکر
گیا ایک دن حسب فرمان داور — سوئے دشت اور چڑھ کے کوہ صفا پر

یہ فرمایا سب سے کہ اے آل غالب
سمجھتے ہو تم مجھکو صادق کہ کاذب

کہا تیری ہر بات کا یان یقین ہی — کہ بچپن سے صادق ہی تو اور امین ہے
کہا گر مری بات یہ دلنشین ہی — تو سن لو خلاف اسمین اصلا نہین ہے

کہ سب قافلہ یان سے ہے جانیوالا
ڈرو اس سے جو وقت ہی آنیوالا

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ہادی — عرب کی زمین جسنے ساری ہلادی
نئی اک لگن سب کے دل مین لگادی — اک آواز مین سوتی بستی جگادی

پڑا ہر طرف غل یہ پیغام حق سے

کہ گونج اُٹھے دشت وجبل نام حق سے

کہ ہی ذات واحد عبادت کے لائق زبان اور دل کی شہادت کے لائق
اسی کا ہی فرمان اطاعت کے لائق اسی کی ہی سرکار خدمت کے لائق

لگاؤ تو لو اس سے اپنی لگاؤ
جھکاؤ تو سر اس کے آگے جھکاؤ

نصاریٰ نے جس طرح کھایا ہی دھوکا کہ سمجھے وہ عیسیٰؑ کو بیٹا خدا کا
مجھے تم سمجھنا نہ زنہار ایسا میری حد سے رتبہ بڑھانا نہ میرا

سب انسان ہین جسطرح وان سرافگندہ
اسی طرح ہون مین بھی اک اسکا بندہ

بنانا نہ تربت کو میری صنم تم نہ کرنا مری قبر پر سر کو خم تم
نہین بندہ ہونے مین کچھ مجھ سے کم تم کہ بیچارگی مین برابر ہین ہم تم

مجھے دی ہی بس حق نے اتنی بزرگی
کہ بندہ بھی ہون اسکا اور ایلچی بھی

ہوازن سے جنگ

مسلمانون کا اقتدار بڑھتا دیکھکر قبیلۂ ہوازن اور ثقیف کے سردارون کو یہ شبہہ بیٹھ گیا کہ مسلم نے مکہ تو لے لیا ہے، اب باری ہماری ہے، ہماری اب خیر نہین، یہ جنون ان کے دماغ مین ایسا گھر کر گیا، کہ ہر وقت اسی خبط مین لگے رہتے تھے اس ڈر کی بنا، پر انھون نے تیاریان جنگ کی بھی شروع کر دین، اور ایک بھاری لشکر مکہ پر دھاوا کرنے کیلئے

کھڑا کر لیا، ادھر نبی اللہ کو جب یہ خبر لگی تو مکہ بچانے کے لیے انھون نے بھی اپنا انتظام شروع کر دیا، آپنے یہ حکم دیا کہ قبل اسکے کہ غنیم مکہ شہر کے اوپر چڑھ آئے، اُسے راستہ مین روکا جائے چنانچہ بارہ ہزار جوان ملے جلے پہلو بہ پہلو لڑنے کو غنیم کے مقابلہ کو نکل آئے، اور مکہ سے دس میل کے فاصلہ پر مقابلہ دشمن سے ہو گیا، ہر دو فریق بڑے زور شور سے لڑے، مگر فتح مکہ والون کی رہی، دشمن کو دندان شکن شکست ہوئی، قلعہ سر ہو گیا، علاوہ لوٹ زر و مال کے بہت سے قیدی مسلمانون کے ہاتھ آئے، جو رسم و رواج ملک و آئین جنگ کے مطابق غلام بنائے گئے اور سپاہ مین تقسیم کئے گئے، میدان جنگ مین جو رسول اللہ صلعم کا گذر ایک لاشہ کی طرف سے ہوا تو آپ ٹھہر گئے اور دریافت کیا، کہ کس کا کام ہی، کسی نے پاس سے کہا، کہ حضرت خالد نے اسے قتل کیا ہی، آپنے اسی وقت خالد کو آدمی بھیجا اور کہلوا بھیجا، کہ عورت، بچے اور مزدور کا قتل سپاہی کے لیے باعث فخر نہین ہی، جو خود ہتھیار نہ اُٹھائے، اس پر ہتھیار اٹھانا روا نہین ہے، ایک اور واقعہ بھی اسی جنگ مین پیش آیا، وہ یہ تھا کہ نبی اللہ نے مال و متاع لوٹ کا سب قریش اور دیگر قبائل کو تقسیم کر دیا تھا، اور انصار کو اس دفعہ اس سے کچھ حصہ پہنچا اس پر ان کو بڑا رنج پیدا ہوا، آنحضرت صلعم کو جب یہ خبر لگی تو آپنے ان کو بلایا اور مخاطب ہو کے یون کہا، کہ اے انصار! تم لوگ گمراہ تھے، تم کو راہ راست پر لایا گیا، تمھین ہر وقت ایک دوسرے کی مخالفت سے کام تھا، تمھارا اتفاق کرایا گیا، اور تھین ایک دوسرے کا یار غمخوار بنایا، تم ذلیل و رسوا رہتے تھے، تم کو معزز و سردار بنایا، اے انصار! مجھے یہ بات سنکر بڑا رنج پیدا ہوا ہے، کہ مین تو تمہارے لیے یہ سب کچھ کردن، مگر تم مجھ سے کشیدہ خاطر اسلیے

ہوجاؤ، کہ مین نے دو اونٹ فلان کو کیون دے دیئے ہین، اور تم کو نہین دیئے، یا چار بھیڑین

کیون فلان کے حوالہ کر دی ہین، اور تمھارے لیے نہین رکھی، اے انصار! تم اس بات

پر خوش نہین ہوتے کہ لوگ اونٹ اور بکریان ساتھ لیکر گھر جائین اور تم رسول اللہ کو ساتھ لیکر گھر جاؤ۔ ع

کسی کی آنکھ مین جادو تری زبان مین ہے

یہ سننا تھا کہ انصار اپنے فعل سے شرمسار ہو گئے، اور رو پڑے، کہنے لگے یا رسول اللہ صلعم ہم نے

حماقت کی کہ آپ کی تقسیم پر حجت کی، یہ بالکل بجا ہے اور ہمارے تمام شک شکوک نار وا ہین،

قیدیان جنگ ہذا کی غلامی آپکی طبیعت پر بڑا قلق پیدا کرتی تھی، مگر کوئی مناسب — چھ ہزار غلامون

موقع ہاتھ نہ آلگتا تھا، ایک دن حسن اتفاق سے ہوازن کے سفیر آ گئے اور انھون نے آکے — کی آزادی

منت سماجت کی، کہ آپ سب پر رحم کرتے آئے ہین، مگر ایک ہم ہین، کہ اس فیض سے ابتک

محروم ہین، ہم پر کرم کرو اور ہمارے قیدی آزاد کرو، رسول اللہ صلعم تو دل سے ایسے

فعل مناسب کے منتظر تھے، آپنے فرمایا، کہ تم لوگ ایسا کرو کہ نماز کے وقت مسجد مین آجاؤ،

جب ہم لوگ نماز سے فارغ ہو جائین، تم مسلمانون سے کہنا، کہ اے مسلمانو! رسول خدا

کے پاس ہمارے اسیران جنگ کی رہائی کی سفارش کرو، اور مجھ سے کہنا، کہ رسول اللہ

آپ مسلمانون سے ہمارے قیدی آزاد کرنے کے لیے خواہش ظاہر کرو، وہ یہ سنکر چلے گئے،

اور مطابق ہدایت انھون نے بعد فراغت نماز جا کے عرض معروض کی، رسول اللہ صلعم نے

سنتے ہی سفیران ہوازن سے کہا، کہ مین اپنے اور اپنے خاندان کے غلام بلا بدل نام مولا

آزاد کرتا ہون جو ہین کہ نبی کی زبان مبارک سے یہ نکلا، فوراً ہی جملہ جماعت کے لوگ

کہنے لگ گئے، کہ ہمنے بھی اپنے اپنے غلامان بلا معاوضہ دتاوان نام نبی رہا کردیئے، یہ تو امید ہی تھی، مسلم کو محمدؐ کا اشارہ ہی کافی تھا، چہ جائیکہ وہ نمونہ نبی کی نیکی کا اپنے سامنے دیکھے اور پھر تقلید اوسکی نہ کرے، اک آن کی آن مین چھہ ہزار آدمی یا تو غلام تھا یا آئین احمدی کے اک کرشمہ سے پایہ کا انسان ہوگیا اور اس مروت مسلم سے متاثر ہوکر ہر بندہ بشر ان غلامون کا مسلمان ہوگیا، اس واقعہ کے بعد جلد ہی رسول اللہ صلعم واپس مدینہ آگئے، مدینہ کے لوگون نے حملہ مکہ کے وقت یہ عرض بھی کی تھی کہ ہم عاجزون کو بھول نہ جائیگا۔

قبیلہ طے کے لوگون نے اب سر اٹھایا، یہ لوگ غیر مسلم تھے، ہرچند مسلمانون نے انکے ساتھ سلوک و رسوخ رکھنے کی کوشش کی، مگر کچھ اثر نہ ہوا، اور شرارت بڑھتی ہی گئی بلکہ طے والون نے اور قومون کو بھی مسلمانون کے خلاف بھڑکانے کا رویہ اختیار کرلیا جس کسی سے ملتے چلتے، اہل اسلام کو اور بالخصوص آنحضرت صلعم کی ذات بابرکات کے متعلق بہت برا بھلا کہتے، درپردہ سازِ جنگ بھی اب کرنے لگ گئے، اور خفیہ طیاریان اب شروع کردین، مسلمانون کو پتہ لگ گیا، ان کا انتظام اب نہایت پسندیدہ تھا، اردگرد کے قومون قبیلون کی خبر اخباران کو بڑے وقت پر مل جاتی تھی، پتہ لگنے پر آنحضرت صلعم نے حضرت علیؓ کو ان مفسدہ پردازون کی گوشمالی کے لیے فوراً روانہ کردیا، سردار طے جو شہرہ عرب سخی حاتم کا بیٹا تھا، مقابلہ کی تاب نہ لاسکا، اور بھاگ گیا، سپاہ رعیت قید ہوگئی، اور اسیران کی جماعت سرکار مین حاضر کیگئی، اس بدقسمت گروہ مین بیچاری مصیبت کی ماری دختر حاتم طائی بھی تھی، آپ بھلا ایسے باپ کی بیٹی پر کب کوئی سزا وار رکھتے،

حاتم طائی کی بیٹی کا قید ہو اور رہائی پانا

دیکھتے ہی فوراً رہائی کا حکم دیدیا، مگر آفرین ہی اوسکی تربیت پر اور صد آفرین اوسکی شرافت پر، حکم رہائی کا سنکے کہنے لگی، مجھے اس رہائی مین کیا خوشی ہو سکتی ہی جب میرے خویش و اقارب قید ہون، مین اپنی آنکھون ان کو بندی مین دیکھا کرون، اور آپ خوشی و شادی مناؤن، یہ مجھ سے مشکل ہے۔ آگے بھائی بھاگ گیا ہی اب مین بھی اونسے منھ موڑ جاؤن، یہ مجھ سے ہرگز نہ ہوگا، جو بھی قصور ہی ہم سب کا ہی مین بصد رضا و رغبت اوس جرم کی سزا اپنے بھائی بندون کے ساتھ بھگتونگی، ان سے علیحدگی مجھے بڑی سزا ہی، قید رہونگی تو انکے ساتھ تو رہونگی، یہ میرے ہین اور مین انکی ہون، مین گھر سے ان کے ساتھ ان ہی کی ہو کے چلی ہون، اور ان ہی کی رہونگی،

ہمہ یاران بدوزخ ہمہ یاران بہشت

اے محمدؐ اے حاکم وقت، مجھے رہائی کی مہربانی سے معافی دے، اور مجھے ان اسیرون کیساتھ رہنے دے، نبی اللہ نے جب یہ گفتگو اس لڑکی سے سنی، تو آپ کا دل بھر آیا، حکم دیا کہ سب کے بند کھول دو، اور سب کو آزاد کر دو،

نبی اللہ نے اسلام کا پرچار برابر لگاتار جاری رکھا، قبیلہ قبیلہ مین ایک مسلمان عالم اسلام سمجھانے اور راہ حق بتانے کے لیے تعینات کر دیا، نتیجہ اسکا نہایت خاطر خواہ ہوا، ۱۰ سنہ ہجری تک قریباً قریباً کل عربستان مسلمان ہو گیا، اسلام نے زیادہ تر روک مکہ ہی مین دیکھی، یا کچھ رکاوٹ پھر عرب مین بھی، یہان گھر کا پیر ہلکا والی بات بھی عائد تھی اور ساتھ ہی یہ دقت بھی حائل تھی، کہ بتکدہ مکہ مین تھا، وہین سے بتون کو نکالنا تھا اور اپنا پاؤن جمانا

محمدی بیو

تھا، اسلئے بتون کے خلاف معرکہ آرائی مکہ ہی مین ہو سکتی تھی، جب یہ میدان صاف ہو گیا، اور بتون کا قابو لوگون کے دلون سے ہٹ گیا، تو پھر اسلام جہان جہان بڑھتا گیا، اپنا جھنڈا گاڑتا ہی گیا، آئے دن کسی نہ کسی حاکم یا سردار، امیر یا تاجدار کے مشرف باسلام ہونے کی خبر پہنچ ہی جاتی تھی، نبی اللہ کی رحلت سے پہلے عرب کے تمام اردگرد کے ممالک مین اسلام کا بول بالا ہو رہا تھا، اور مسلمانون کی ہر جگہ دھاک بندھ رہی تھی، کوئی دربار باقی نہ رہا تھا جہان مسلمانون کی سفارت موجود نہ ہو، نہ کوئی سلطنت ہی ایسی تھی، جہان مسلم ایلچی نظر نہ آتا ہو،

الوداعی حج

جب یہ سب کچھ ہو چکا اور حقیقت مین آنکھ کو اپنی روانگی سامنے نظر لگ گئی، تو آپ نے درشن کی غرض سے حرم محترم مین الوداعی حج کا ارادہ کیا، اور مع قافلہ مدینہ سے مکہ کو روانہ ہو پڑے، وہ شخص جس نے تین روز ایک غار مین چھپ کے اپنی جان بچائی تھی، وہ بشر جس کا مکہ مین داخلہ قطعی بند ہو چکا تھا، وہ انسان جسے قتل کرنے کے لیے سو سو اونٹ اور ہزار ہزار سکہ چاندی کے انعام رکھے جاتے تھے، وہ بندہ جسے خدا کے بندے مار مار کر اوسکا خون بہا دیتے تھے، وہی انسان آج دیکھو تو کس جاہ و جلال و اقبال کے درجہ پر ہے، آج اوس کے پیچھے سوا لاکھ عابد میدان عرفات مین سر نوائے آنکھین جھکائے، ہاتھ باندھے حق کے حضور مین کھڑا ہے، شاہ و گدا ایک طرح کا بلا سلا کپڑا پہنے گویا صرف ایک کفن لیے، ایک ہی طرح کی وضع مین، ایک ہی جگہ کھڑا ہے، ایک ہی خیال کے پابند ایک ہی خدائے واحد کے روبرو، ایک ہی سجدے مین سر رکھے ہین، یہ ہے مسئلہ مساوات

اور اسے کہتے ہین اسلام کی برکات، تفریق مٹانے کی باتین ہر کوئی بڑا بنائے، مگر یہ کسی کا کام
ہے، جو اظہر من الشمس کر کے دکھائے، جس شخص کی محنت کا صلہ اور مشقت کا ثمرہ اس طرح
اوس کے روبرو، اوسکی حیات مین قدرت مہیا کر دے، اس کے دل کی خوشی کا حال
پھر اسی سے پوچھو، جب انسان کے دل کو کامل تشفی ہو جائے اور جب آدمی کے آتما کو
پوری تسلی ہو جائے، کہ جس کام کو وہ دنیا مین بھیجا گیا تھا، اس کو اس نے پورا کر دکھایا ہے
ایسے انسان کے قلب کے اطمینان کا اظہار وہ خود ہی کرے تو کرے اور کون کر سکتا ہے، مگر یہ اطمینان
و خوشی نصیب بھی ہو، تو کسے، صرف ایک کو، صرف رسول اللہ صلعم کو آیت نازل ہوئی

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا،

آج مین نے تم لوگون کے لیے تمہارا دین کمل کر دیا، اپنی نعمت تم پر پوری کی، تمھارے لیے دین اسلام مین نے پسند کیا،

نزول آیت نسبت روانگی

اس وحی سے اشارہ عیان تھا کہ رسول کی رسالت اب ختم ہونے والی ہے، جس غرض
کے لیے آنحضرت صلعم بھیجے گئے تھے، وہ پوری ہو چکی ہے، یہ امر قوی دلیل اس بات کی
رکھتا تھا کہ آپ کا وقت اب عنقریب ہے اور دنیا پرون آپ کے ہو چکے ہین آپ جبل عرفات
پر چڑھے اور مسلمانون سے مخاطب ہو کے یون فرمانے لگے کہ " اے حاضرین اہل اسلام
شاید مین اگلے سال تم مین نہ ہونگا، اب جو کچھ کہتا ہون کان لگا کے سنو، اور دل سے
اس پر توجہ کرو، جس طرح یہ مہینہ اور جس طرح خاص کر یہ دن اور
خاص کر یہ آبادی تم لوگون کے لیے مقدس ہے، اسی طرح ہر مسلمان پر دوسرے

کی عزت و آبرو اور جان و مال مقدس ہے مسلمانو! یہ یاد رکھو کہ قیامت کے
دن تم سب کو اپنے خدا کے سامنے حاضر ہونا پڑیگا، وہ اس وقت تمہارے تمام افعال اور
تمام حرکات و سکنات کا حساب کتاب ہوئے گا، دیکھو عورتون کے ساتھ کبھی بدسلوکی نہ کرنا،
ان سے ہمیشہ مہربانی سے پیش آنا، غلامون کو وہ آسائش دینا جو تم اپنے آپ کو دیتے ہو،
اگر ان سے کوئی خطا ہو جائے تو درگذر کرنا، یاد رہے کہ کل مسلمان آپس مین بھائی ہین،
دیکھو کوئی ایک دوسرے کی حق تلفی نہ کرے"

افضل کلام

اسی روز رسول اللہ صلعم نے یہ بھی فرمایا، کہ جو کچھ مینے آج تک اپنی زبان سے کہا ہے
یا جو کچھ مجھ سے پہلے نبی خدا کے کہہ گئے ہین، اُن سب مین سے افضل کلام ایک ہی ہے،
جس کے برابر نہ کوئی کلام ہوا ہے، اور نہ آیندہ ہوگا، اور وہ یہ ہے لا الہ الا اللہ وحدہٗ
لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وہو علی کل شیٍٔ قدیر مطلب مدعا اس کا یہ ہے کہ خدا ایک ہے
اوسکا ثانی کوئی نہین ہے ملک عالم اوسکا ہے سلطنت دنیا اوس کی ہے، تمام طاقت
وہی ہے، اور سزاوار ثنا وہی ہے،

ملکا ذکر تو گویم کہ تو پاکی و خدائی — نروم من بجز آن رہ کہ تو آن رہ بنمائی
ہمہ درگاہِ تو جویم ہمہ در کار تو پویم — ہمہ توحیدِ تو گویم کہ بتوحید سزائی
تو خداوندِ ملینی تو خداوند لیاری — تو خداوندِ زمینی تو خداوند سمائی
تو زن و جفت نہ جوئی تو خور و خفت نخواہی — احد بے زن و جفتی ملکا کام روائی
نہ بدے خلق تو بودی نہ بود خلق تو باشی — نہ تو خیزی نہ نشینی نہ تو کاہی نہ فزائی

تو رحیمی تو کریمی تو سمیعی تو بصیری   تو معزی تو مذلی ملک العرش بجائی

همه را عیب تو پوشی همه را غیب تو دانی   همه را رزق رسانی که تو جودی عطائی

بری از خفتن و خوردن بری از تهمت مردن   بری از بیم و امیدی بری از رنج و بلائی

تو علیمی تو حکیمی تو خبیری تو بصیری   تو نمائندهٔ فضلی تو سزاوار خدائی

نتوان وصف تو گفتن که تو در وصف نگنجی   نتوان شرح تو کردن که تو در شرح نیائی

انحضرت صلعم کی رحلت

اب نبی اللہ کی عمر (۶۳) برس کی ہو چکی تھی، اور ہجرت کا گیارھوان سال تھا، کہ موت کی نوبت آ پہنچی، دنیا کے دکھون سے جان بھی نڈھال ہو چکی تھی، دفعتاً بخار نے آگھیرا، بخار بھی اس بلا کا کہ اللہ امان دے، تن سے تپ کی تپش کے ایسے لپکے اٹھتے تھے، کہ جسم چھونا مشکل ہو گیا تھا، بڑھاپے کی دیمک نے قوی کھا لئے تھے، جو تھوڑی بہت طاقت باقی تھی وہ بیماری کی نذر ہو چکی تھی، مگر ہان دل ویسا ہی دلیر تھا، باوجود اس نقاہت وضعف کے آپ نے کوئی نماز قضا نہ کی اور پانچون وقت مسجد مین جا کے جماعت کے ساتھ پڑھی، جب تین دن کوچ مین رہ گئے تو اعضا بالکل ہی جواب دینے لگ گئے، آپ کو سہارے سے مسجد پہنچنا بھی اب کٹھن ہو گیا، آپ نے حضرت ابوبکرؓ کو اپنی جگہ امام منتخب کیا، اور خود ان کے پیچھے کھڑے ہو کے نماز ادا کی جب نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا، کہ اے لوگو! اگر مینے تم سے کسی پر کوئی زیادتی کی ہو، تو مجھے معافی دو، تاکہ مجھ سے آگے گرفت نہ ہو اور اس کی جناب مین مین سرخرو ہو کے جاؤن، اے لوگو! اگر مین نے کسی کو سخت سست کہا ہے تو مجھ سے درگذر کرو، ای لوگو! اگر

نے کسی کی پشت پر ناجائز حکم تازیانے لگانے کا دیا ہو، تو اس کے لیے میری پشت موجود ہے
اے لوگو! اگر مین نے کسی کا کوئی قرض نہ ادا کیا ہو، تو اب وقت ہے وہ مجھ سے لے لے، اے لوگو
اگر مجھ سے کسی کو ایذا پہنچی ہو، تو مین اسی وقت اس کی معافی کے لیے حاضر ہون
اے لوگو! مجھے معافی دو، تاکہ قیامت کا مواخذہ نہ رہے" ایک شخص اٹھا
اور کہنے لگا کہ مجھ سے تین درم ایک دفعہ ایک گدا کو دلوائے تھے، مگر ابھی واپس نہین
کیے، آپنے یہ قرض فی الفور ادا کر دیا، بستر مرگ پر جانکنی کی حالت مین آپ نے کچھ
فرمایا، تو لوگون نے بار بار اصرار کیا اور دریافت کرنا چاہا کہ آپ کیا فرماتے ہین،
آپ نے کہا، مجھ کو میرے حال پر چھوڑ دو، کیونکہ جس عالم مین مین ہون، وہ اس عالم سے
بہتر ہے، جسکی طرف تم مجھے بلاتے ہو، نزع مین بار بار یہی کلمہ زبان پر لاتے تھے، کہ "بل
الرفیق الاعلیٰ، بل الرفیق الاعلیٰ" یعنی اعلیٰ دوست کے پاس، اعلیٰ دوست کے پاس،
آرزو آپکی پوری ہو گئی، اور حبیب خدا اپنے اعلیٰ دوست کے پاس ۱۲ ربیع الاول
سلہ ہجری مطابق ۸ جون ۶۳۲ء پیر کے دن دوپہر کے وقت روانہ ہو گئے، طائر
روح جسم سے پرواز کر گیا، اور چمن عالم سے اوس بلبل بے نظیر کا چہچہا اٹھ گیا،

جب امت کو سب مل چکی حق کی نعمت — ادا کر چکی فرض اپنا رسالت
رہی حق پہ باقی نہ بندون کی حجت — نبی نے کیا خلق سے قصد رحلت

تو اسلام کی وارث اک قوم چھوڑی
کہ دنیا مین جس کی مثالین ہین تھوڑی

مرحبا سید مکی مدنی العربی
دل و جان باد فدایت چه عجب خوش لقبی

من بیدل بجمال تو عجب حیرانم
الله الله چه جمال است بدین بو العجبی

نسبتی نیست بذات تو بنی آدم را
بهتر از عالم و آدم تو چه عالی نسبی

نسبت خود بسگت کردم و بس منفعلم
زانکه نسبت بسگ کوی تو شد بی ادبی

ذات پاک تو درین ملک عرب کرده ظهور
زان سبب آمده قرآن بزبان عربی

چشم رحمت بگشا سوی من انداز نظر
ای قریشی لقبی هاشمی و مطلبی

نخل بستان مدینه ز تو سرسبز مدام
زان شده شهرهٔ آفاق بشیرین رطبی

بر در فیض تو استاده بصد عجز و نیاز
رومی و طوسی و هندی یمنی و حلبی

ما همه تشنه لبانیم و توئی آب حیات
لطف فرما که ز حد میگذرد تشنه لبی

شب معراج عروج تو ز افلاک گذشت
بمقامی که رسیدی نرسد هیچ نبی

سیدی انت حبیبی و طبیب قلبی
آمده سوی تو قدسی پی درمان طلبی

کتب خانهٔ وقف منصبیه
میرٹھ